سفرنامہ زیارتِ شام

(تحریر و تصاویر کے آئینے میں)

افتخار احمد حافظ قادری

عبدالکریم قریشی خادم

عبدالرؤف قادری شاذلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شامِ مبارک کیلئے دُعا

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا .....

(اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت عطا فرمادے)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت پہ جو مرتے ہیں
اللہ کے وہ بندے زندہ ہیں مزاروں میں

تحریروتصاویر کے آئینے میں

تحریروتحقیق	:	افتخاراحمد حافظ قادری شاذلی
پیشکش	:	عبدالرؤف قادری شاذلی
	:	عبدالکریم قریشی خادم
تاریخ اشاعت	:	رمضان مبارک 1438ھ/جون 2017ء
تعداداشاعت	:	500
کمپوزنگ/ڈیزائنگ	:	شیخ حفیظ الرحمٰن
ہدیہ	:	-/400روپے
رابطہ	:	0344-5009536

اِس بابرکت و رُوح پرور کتاب کو سرکارِ مدینہ ﷺ کی جملہ اہلِ بیت کرام کے نام کرتا ہوں کہ جن کی توجہاتِ خصوصی سے مجھے ایسے نادِر کام کرنے کی توفیق عطا ہو رہی ہے۔

انتہائی عجز و انکساری سے ربِ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ملتمس ہوں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی جمیع اہل بیت کرام اور اس خوشبودار کتاب کے وسیلہء جلیلہ سے آپ ﷺ کی ساری اُمت کی بخشش و مغفرت فرمادے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

گدائے درِ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ

افتخار احمد حافظ قادری شاذلی بن حافظ فقیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

مُقَدَّمَہ

بابرکت سرزمین شام کے ایک قدیم، روحانی وتاریخی شہر "دمشق" کے متعلق سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا " سَتُفْتَحُ عَلَیْکُمُ الشَّامُ فَاِذَا اِخْتَرْتُمُ الْمَنَازِلُ مِنْهَا فَعَلَیْکُمْ بِمَدِیْنَةٍ یُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ " عنقریب تم سرزمین شام فتح کرلوگے، جب تم اس میں گھر بنانا چاہو تو اس شہر میں بنانا جس کو دمشق کہتے ہیں۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور مبارک کے بعد شہر دمشق ہی ان کا صدر مقام ہوگا۔ اس مقدس شہر میں قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ قُربِ قیامت جب جنگوں کا آغاز ہوگا تو شہر دمشق میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتے نصرت کیلئے نازل ہوں گے۔

اس بابرکت شہر کا حسن و جمال، اس میں موجود پانی کے چشمے، نہروں کی روانی اور سایہ دار و پھل دار درختوں کی کثرت خلد بریں کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔

اِنْ تَکُنْ جَنَّةُ الْخُلْدِ بِاَرْضٍ
فَدِمَشْقُ وَلَا تَکُوْنُ سِوَاهَا

(اگر خُلد بریں زمین پر ہے تو وہ شہر دمشق ہی ہے، اس کے سوا کوئی اور مقام نہیں ہو سکتا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور اسی کی مہربانی سے اس شہر مقدس میں خصوصاً اور بالعموم بابرکت سرزمینِ شام میں متعدد بار اس بندہ ناچیز کو حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

الحمدللہ! ان حاضریوں کے نتیجہ میں کئی کتابیں (تحریری وتصویری) شائع ہو کر اندرون وبیرون ملک تقسیم ہو کر دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اولادِ مبارکہ کثرت سے پاکستان کے مختلف شہروں میں موجود ہے۔ خانوادہ قادریہ رزاقیہ کا ایک تابندہ و درخشندہ خاندان، ڈیرہ اسماعیل خان سے 42 کلومیٹر دور آستانہ عالیہ قادریہ گیلانیہ، سدرہ شریف میں بھی شاد و آباد ہے۔ اس خانوادہ کے مشہور ومعروف بزرگ تاجدارِ سدرہ شریف حضرت سید عبداللہ بادشاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہِ مبارکہ کے فیوضات و برکات سے آج بھی خلقِ خُدا مستفیض ہو رہی ہے۔

تاجدارِ سدرہ شریف کے نائب وجانشین اوّل شہزادہ غوث الثقلین السید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی کے چہرہ انور کی زیارت کی جائے تو یادِ خداوندی آجاتی ہے کیونکہ اولیائے کاملین جو بہترین مخلوق ہیں ایک حدیث نبوی ﷺ میں ان کی یہ ہی نشانی بتائی گئی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

" اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ "

کیا میں تمہیں تمہارے بہترین لوگوں کے بارے میں خبر نہ دے دوں؟

جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں' یا رسول اللہ ﷺ جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

" خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَاللّٰہُ "

تم میں سب سے بہترین وہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے اللہ کی یاد آجائے۔

[مشکوۃ شریف، جلد دوم، کتاب الآداب]

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت شیخ ابو عبداللہ السالمی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانا جاسکتا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا کہ جس شخص میں زبان کی لطافت ونرمی، حسنِ اخلاق، کشادہ روئی، ہر خاص وعام سے شفقت ومحبت اور دنیاوی اغراض سے دوری جیسی صفات حمیدہ ہوں تو وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے۔

بحمداللہ! اس بندۂ ناچیز کو بزرگوں کی خدمت میں حاضری کا موقع میسر رہتا ہے اور پورے وثوق اور ذمہ داری سے میں یہ تحریر کررہا ہوں کہ اس گئے گزرے اور پُرفتن دور میں کسی نے اگر مذکورہ بالا صفات حمیدہ ایک ہی پیکرِ انسانیت میں دیکھنی ہوں تو وہ ضرور ایک بار سدرہ شریف حاضر ہوکر شہزادۂ غوث الثقلین کی زیارت کا شرف حاصل کرے۔ اس قحط الرجال کے زمانہ میں حضرت کا وجودِ مسعود ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح وشام ان اللہ والوں کے چہروں کی زیارت کرتا ہے تو اس پر دوزخ کی آگ حرام کردی جاتی ہے۔

ہر کہ بیند روئے پاکان صبح وشام
آتش دوزخ بود بر وے حرام

حضور قبلہ سید محمد انور گیلانی حموی مدظلہ العالی سے ایک طویل عرصہ سے ہماری بھی یاد اللہ ہے اور آنجناب بھی اس ناچیز پر انتہائی شفقت اور کرم نوازی فرماتے ہیں۔ الحمدللہ! کئی بار آپ کی ہمراہی میں عمرہ وزیاراتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوچکا ہے۔

اکتوبر، نومبر 2004ء میں حجازِ مقدس اور سرزمینِ شام میں دو (2) بار

زیارتِ مبارکہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس سفر مقدس میں آپ کے لختِ جگر نورِ نظر سید حسنین محی الدین گیلانی بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ یہ مقدس سفر 25 دنوں پر محیط تھا جو 13 اکتوبر 2004ء کو کراچی سے شروع ہوا اور اور 6 نومبر 2004ء کراچی میں ہی اختتام پذیر ہوا۔

انہی ایام میں سرزمین شام کی عظیم بارگاہوں میں حاضری اور چند دوسری حاضریوں کی روداد کے ساتھ تاریخ کے جھروکوں سے چند بابرکت وتاریخی واقعات بھی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

رب تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہماری ان بابرکت اور مقدس حاضریوں کو قبول ومنظور فرماکر روزِ محشر ہماری اور ہمارے والدین کی بخشش ومغفرت کا سبب بنادے۔ آمین۔

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْزُقَنِيْ صَلَاحًا

(میں صالحین میں سے تو نہیں ہوں لیکن میں ان سے محبت کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ (اُن کی محبت کے طفیل) مجھے بھی ان میں شامل فرمادے گا)

آمین بجاہِ سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طالب دعا

افتخار احمد حافظ قادری شاذلی

افشاں کالونی، راولپنڈی، کینٹ

بیرونی واندرونی خوبصورت ودلکش منظر مزار مبارک سیدۃ زینب سلام اللہ علیہا بنت علی علیہ السلام

مقامِ صبر پہ فخرِ بتول سلام اللہ علیہا ہے زینب سلام اللہ علیہا
یہ کہکشاں تیرے قدموں کی دھول ہے زینب سلام اللہ علیہا

دمشق

اس مقام مبارک پر سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور دفن ہے

دمشق

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا مزار پُر انوار
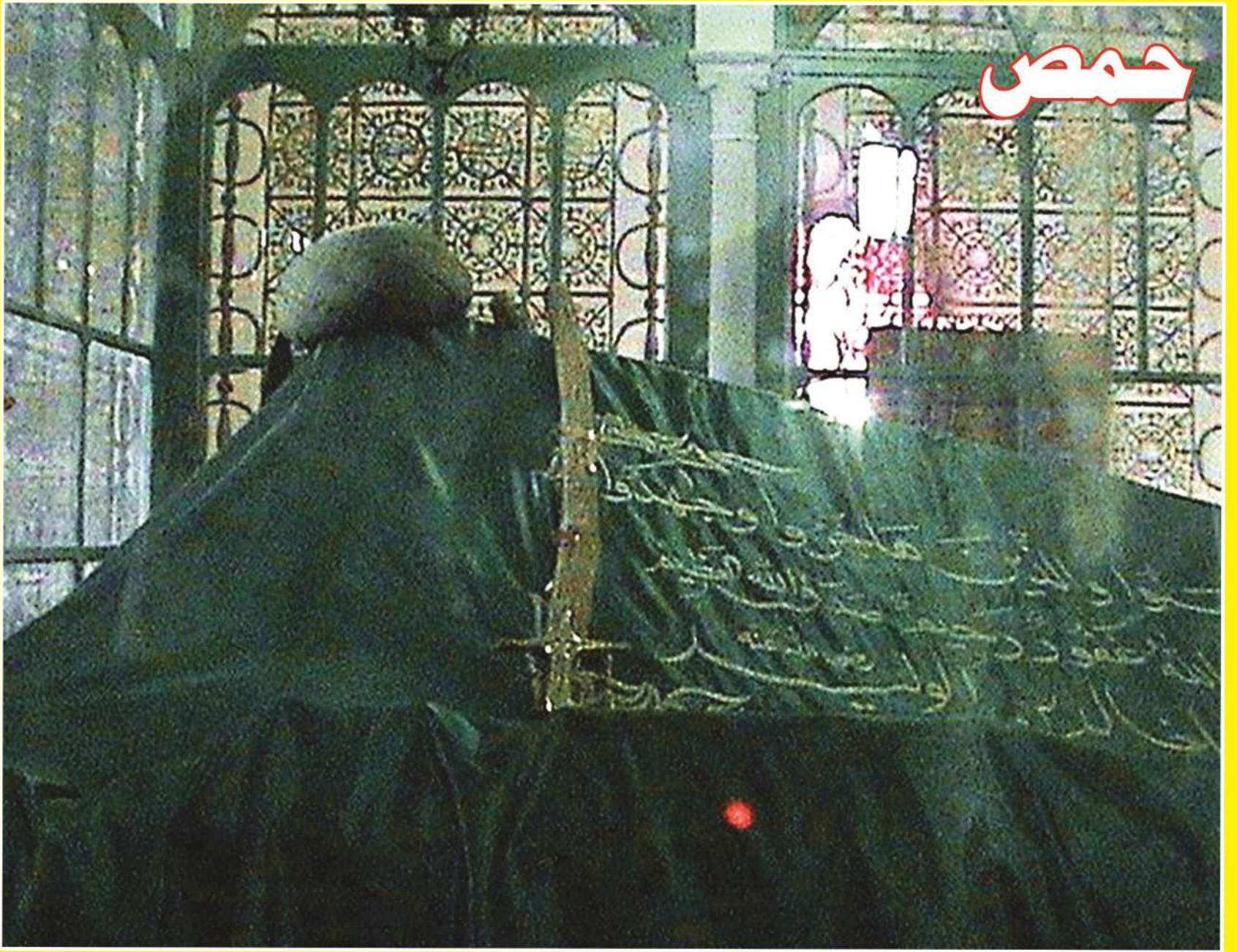
عظیم اسلامی جرنیل وصحابی رسول ﷺ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

مزار مبارک جلیل القدر وعظیم الشان صحابی رسول ﷺ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ

مزارِ پُرانوار حضرت زکریا علیہ السلام

مزارِ مبارک حضرت یحییٰ علیہ السلام

معرة النعمان

مزارِ مبارک حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

دمشق

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت سلطان نور الدین زنگی رضی اللہ عنہ کا مزارِ پُر انوار

بیرونی واندرونی خوبصورت منظر مزارِ مبارک حضرت شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ

تصوف کی دنیا میں آپ رضی اللہ عنہ ''شیخ اکبر'' کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں

دمشق

بیرونی و اندرونی خوبصورت، دلکش و روح پرور منظر مزار پُر انوار
فاتح بیت المقدس و عظیم اسلامی جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی

پرچم حق تا ابد ان کا سلامی ہو گیا
زندہ و جاوید ان کا نامِ نامی ہو گیا

مزار مبارک حضرت سلطان ابراھیم بن ادھم رضی اللہ عنہ

مسجد اموی کا ایک خوبصورت ودلکش منظر

بابرکت سرزمین شام

سرکارِ دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

" اِنِّی رَاَیْتُ خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرًا اَضَاءَتْ بِهٖ قُصُوْرُ الشَّامِ "

(میں نے دیکھا کہ مجھ سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے)

[دارمی شریف، حمایۃ الشام المسمی فضائل الشام لابن رجب]

سرزمین شام کی برکات میں سب سے پہلی برکت سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ کے نورِ مبارک کا پَرتو شام پر پڑا، جس سے اُس کے محلات روشن ہوگئے۔ دوسری برکت آپ ﷺ کے دینِ متین اور کتابِ مبین کی روشنی جب سرزمین شام میں داخل ہوئی تو وہ اور زیادہ جگمگا اُٹھا اور اُس روشنی کی وجہ سے وہ شرک وگناہ سے پاک ہوگیا، پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کی بار ہا مرتبہ دُعاؤں کی وجہ سے اُس میں مکمل برکت اور پاکیزگی آگئی۔

اھل شام کی خصوصیت

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اَنَّ اَھْلَ کُلِّ مَدِیْنَةٍ مِنْ مَدَائِنِ الشَّامِ لَهُمْ فِی الْجَنَّةِ خَصُوْصِیَّةٌ مُخْتَصُّوْنَ بِهَا "

(شام کے شہروں میں سے ہر شہر کے باشندوں کو جنت میں ایک خصوصیت حاصل ہوگی جو صرف انہی کے ساتھ مختص ہوگی۔)

[حمایہ الشام فی فضائل الشام لابن رجب]

فضائل شام

سرزمین شام کے فضائل کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 21 "اَلْاَرْضُ الْمُقَدَّسَةِ" کے بارے میں حضرت امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد "ارضِ شام" ہے۔ سورۃ الاسراء کی آیت نمبر 1 میں ارضِ شام کا ذکر موجود ہے اور اسی طرح سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 71 میں "اَلْاَرْضُ" سے مراد سرزمین شام ہے۔ خیر وبرکت کے حصول کیلئے اس سرزمین مقدس کے بعض فضائل و مناقب کا ذکر کرتے ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا منتخب شہر

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"اَلشَّامُ صَفْوَةُ اللّٰهِ مِنْ بِلَادِهٖ یَجْتَبِیْ صَفْوَتَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ "

(اللہ تبارک وتعالیٰ کے شہروں میں سے ملک شام منتخب خطہ ارض ہے۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو بھیجے گا)

جو ملک شام سے کسی اور سرزمین کی طرف چلا گیا وہ اس کی ناراضگی میں آ گیا اور جو کسی اور ملک سے اس میں داخل ہوا تو وہ اس کی رحمت کے ساتھ اس میں داخل ہوا۔

فرشتے سرزمین شام میں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آقائے دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "طُوْبٰی لِلشَّامِ" (شام کیلئے بشارت ہے)۔ ہم نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کس وجہ سے؟ جس پر آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا "لِاَنَّ مَلَائِکَۃُ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَۃٌ اَجْنِحَتِہَا عَلَیْہَا " (رحمان کے فرشتے اس (شام) پر پَر پھیلائے ہوئے ہیں۔

ابدال سرزمین شام میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، ان میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بدلے کسی دوسرے کو لے آتا ہے، انہی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے، انہی کے توسل سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوتی ہے اور انہی کی وجہ سے اہل شام سے عذاب ٹال دیا جاتا ہے۔"

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شام کے باشندوں کو برا مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے " فِیْہِمُ الْاَبْدَالُ وَ بِہِمْ تُرْزَقُوْنَ وَ بِہِمْ تُنْصَرُوْنَ " (انہیں میں ابدال ہیں جن کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور جن کی وجہ سے مدد کی جاتی ہے۔)

خیر و برکت شام میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شام اور یمن کے بارے میں دُعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

"اَللّٰہُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا ، اَللّٰہُمَّ بَارِکْ فِیْ یَمَنِنَا "
(اے اللہ ہمارے لئے شام اور یمن میں برکت عطا فرما)

اسی دوران کہا گیا کہ ہمارے نجد میں بھی، آنحضرت ﷺ نے دوبارہ شام اور یمن میں برکت کیلئے دُعا فرمائی، پھر کہا گیا کہ ہمارے نجد میں بھی، جس پر

آپ ﷺ نے فرمایا

"ہُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِہَا یَخْرُجُ قَرْنُ الشَّیْطَانُ "
(وہاں پر زلزلے اور فتنے جنم لیں گے اور انہیں سے شیطان کا ایک سینگ نکلے گا۔)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"اَلْخَیْرُ عَشَرَۃُ اَعْشَارٍ ، تِسْعَۃٌ بِالشَّامِ، وَوَاحِدٌ فِیْ سَائِرِ الْبُلْدَانِ"
(دس حصے خیر میں سے نو حصے خیر شام میں رکھے گئے ہیں اور ایک حصہ ساری روئے زمین میں رکھا گیا ہے)

اسی طرح شر کے دس حصوں میں سے ایک حصہ شام میں رکھا گیا ہے اور نو حصے شر باقی ساری روئے زمین رکھا گیا ہے۔

سکونت شام کا حکم

حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے سکونت کی جگہ پسند فرمائیں، جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تم شام کو اختیار کرو کیونکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین میں افضل ہے اور اسی کی طرف وہ اپنے پسندیدہ بندوں کو منتخب فرماتا ہے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"تَخْرُجُ نَارٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ فَتَسُوْقُ النَّاسَ"
(حضرموت (یمن) سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو اکٹھا کرے گی)

عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس صورتحال میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟

جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تم شام میں سکونت اختیار کرو۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات میں یہ پایا ہے۔

"اِنَّ الشَّامَ کَنْزُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ ، وَبِھَآ کَنْزُ اللّٰہِ مِنْ عِبَادِہٖ"
(سرزمین شام، تمام زمین میں اللہ تعالیٰ کا خزانہ ہے اور اسی میں اللہ کے خاص بندوں کا خزانہ ہے)

شیخ اکبر شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "الوصایا" میں فرماتے ہیں، اگر تو استطاعت رکھتا ہے کہ ارض شام میں تو زندگی گزارے اور وہیں اختتام زندگی ہو تو تجھے ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ "تم شام میں سکونت اختیار کرو کیونکہ وہ اللہ کی پسندیدہ زمین ہے اور وہ اس کی طرف اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی منتخب فرماتا ہے۔"

ایمان، علم، ستون اور مرکز اسلام، شام میں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں نے دیکھا کہ میرے تکیے کے نیچے سے کتاب کا سہارا کھینچ لیا گیا ہے، میری نگاہ نے اس کا تعاقب کیا، دیکھا کہ وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے جسے شام لے جانے کا قصد کیا گیا، آگاہ رہو کہ جب فتنے برپا ہوجائیں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "علم درخت کی مانند ہے، اس کی جڑ مکہ مکرمہ میں ہے، اس کی شاخیں مدینہ منورہ میں ہیں، اُس کی ٹہنیاں عراق میں ہیں، اس کے پھل خراسان میں ہیں اور اس کے پتے شام میں ہیں۔"

سفرنامہ زیارتِ شام

حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "شب معراج، میں نے ایک سفید ستون کو چمکتے موتی کی طرح دیکھا جس کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ تم نے کیا اٹھایا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا "عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ" (اسلام کا ستون)۔ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اس کو شام جا کر رکھیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نیند میں دیکھا کہ کتاب کا سہارا میرے تکیے کے نیچے سے کھینچ لیا گیا ہے۔ میں نے گمان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو زمین والوں سے جدا کرلیا ہے۔ میری نظروں نے اس کا پیچھا کیا وہ میرے سامنے چمکتا ہوا نور بن گیا، حتیٰ کہ اس کو شام میں رکھ دیا گیا۔

حشر ونشر کی زمین شام ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"اَلْحَقْ بِاَرْضِ الشَّامِ فَاِنَّھَا اَرْضُ الْحَشْرِ وَالْاَرْضُ الْمُقَدَّسَۃِ"
(مقدس سرزمین شام کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہ حشر ونشر کی زمین ہے۔)

شام کا تاریخی پس منظر

"شام" کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مؤرخ ومحققین مختلف وجوہ بیان کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کا پرانا نام "سوریہ" ہے، جبکہ دوسری روایات کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے "سام" نے اس کی بنیاد رکھی۔ عبرانی زبان میں "سام" کو "شیم" اور سریانی میں "شام" کہتے ہیں۔ شاید اسی مناسبت سے یہ ملک "شام" کے نام سے مشہور ہوا۔

یہ بھی قرین قیاس ہے کہ اہل عرب شام اور یمن سے سمتوں میں تمیز کرتے تھے۔یعنی یمن سے وہ زمین مراد ہے جو حجاز کے داہنی جانب ہے اور شام سے وہ زمین مراد ہے جو حجاز کے بائیں جانب واقع ہے۔

"شـــام" دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ملک ہے جو کئی قدیم تہذیبوں کا مرکز رہا۔سامی اقوام اور ان کی زبانوں کے آثار شام سے دستیاب ہوئے ہیں۔شام پر یکے بعد دیگرے کنعانیوں،عبرانویں، اسیریائی اور بابل کے لوگ قابض رہے۔ بعد میں رومیوں، بازنطینیوں، یونانیوں، ایرانیوں اور عربوں نے شام پر حکومت کی۔

شام عجائبات کا گھر ہے، عبرت کی جگہ ہے۔اس کے قدرتی مناظر اور برباد شدہ شہروں کے آثار سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔شام قدیم ایام سے ہی قوموں کی ترقی اور تنزلی کا مقام رہا ہے۔تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تجارتی قافلے شام سے مصر اور عراق میں اور پھر ان ممالک سے دور دور کے شہروں تک جاتے تھے۔شام نے دنیا کو مذہب کی تعلیم دی۔توحید کا آغاز شام سے ہوا اور اس کی اشاعت کا باعث ابوالانبیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوا۔جنہوں نے عراق سے ہجرت کر کے شام کو اپنا مستقر بنایا۔شام ایک وسیع وعریض ملک تھا، اردن، فلسطین، لبنان اور موجودہ ملک شام مل کر شام کہلاتے تھے۔

فتوحات شام

سرکار دو عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہرقل روم عرب پر حملہ کرنے کیلئے سرحد شام پر فوج جمع کر رہا ہے۔آنحضرت ﷺ

نے ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا۔ یہ لشکر ابھی نواحِ مدینہ ہی میں تھا کہ آپ ﷺ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے۔اس وقت یمن اور دیگر مقامات سے لوگوں نے ارتداد اختیار کیا اور زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔جس کی وجہ سے خلیفہ اول کو مشورہ دیا گیا کہ شام کی طرف روانہ مہم کو واپس بلا لیا جائے۔ جس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تاریخی جملہ ارشاد فرمایا" جو کام رسول اللہ ﷺ نے شروع کیا ہے۔ان شاء اللہ میں اسے کبھی ادھورا نہ چھوڑوں گا اور شام کی طرف کوچ کا حکم فرمایا۔"

فتوحاتِ شام کا آغاز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا اور بلادِ شام پر مکمل فتح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ہوئی۔آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت شام میں آباد ہوگئی تھی۔

موجودہ ملک شام

شام (عربی میں "سوریہ" اور انگریزی میں "Syria") مشرق وسطی کا ایک بڑا اور تاریخی ملک ہے۔اس کا مکمل نام "الجمهوريه العربيه السورية" ہے۔اس کے مغرب میں لبنان، جنوب مغرب میں اسرائیل، جنوب میں اُردن، مشرق میں عراق اور شمال میں ترکی واقع ہے۔شام کا دارالحکومت "دمشق" سرکاری زبان "عربی" (انگلش اور فرانسیسی بھی بولی جاتی ہے)، رقبہ ایک لاکھ پچاسی ہزار ایک سو اسی مربع کلومیٹر، آبادی دو کروڑ بیس لاکھ (2008 کی مردم شماری کے مطابق) کرنسی کا نام "ليرة سورية" نظام حکومت، صدارتی اور قابلِ ذکر دریا "دریائے فرات"

ہے جوملک کے مشرق میں بہتا ہے جس سے ملک کا شمال مشرقی حصہ "**الجزیرہ**" سرسبز وشاداب ہے۔شام میں اکثریت عربوں کی ہے۔تھوڑی تعداد میں اسیریائی، کرد، ترک اور دُروز بھی شامل ہیں

شام انیسویں صدی کے شروع تک سلطنتِ عثمانیہ کے تحت رہا، 1920ء میں فرانسیسی تسلط میں چلا گیا، 15 اپریل 1946ء کو فرانسیسی اور برطانوی افواج شام سے نکلیں تو 17 اپریل 1946ء شام نے آزادی اور خودمختاری کا اعلان کیا اور بیسویں صدی کا ایک آزاد ملک بن گیا۔شامی افواج نے 1948ء کی عرب اسرائیل جنگ میں بھی حصہ لیا۔

انتظامی طور پر شام 14 صوبوں میں تقسیم ہے جنہیں "**محافظات**" کہا جاتا ہے۔(1) دمشق، (2) ریف دمشق، (3) قنیطرہ، (4) درعا، (5) سویداء، (6) حمص، (7) طرطوس، (8) لاذقیۃ، (9) حماہ، (10) ادلب، (11) حلب، (12) رقہ، (13) دیر الزور، (14) حسکہ.

احادیث نبویہ ﷺ میں مذکور شام کے فضائل ومناقب کی روشنی میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام کی کثیر تعداد اور اہل بیت کرام سرزمین شام میں آ کر آباد ہونا شروع ہوگئے تھے۔کئی انبیاء سابقین کے مزارات مبارکہ بھی اسی سرزمین میں ہیں۔کثیر تعداد میں بزرگان دین، اولیائے عظام، علمائے کرام اور محدثین نے اس خطہ کو اپنا مسکن و مدفن بنایا۔شام کے ایک شہر "**بصریٰ الشام**" میں اس کلیسا کے بقیہ آثار اور بحیرہ راہب کا کمرہ ابھی تک سرکارِ دوعالم ﷺ کی ان ملاقاتوں اور یادوں کو اپنے سینوں میں محفوظ کیے ہوئے

ہے۔جس مقام پر سرکارِ دوعالم ﷺ کی اونٹنی نے آرام کیا تھا، اس بابرکت مقام کو "**مبرک الناقة**" کے نام سے ایک جامع میں محفوظ کردیا ہے۔یہ ایسے مقامات مقدسہ ہیں کہ انسان جن کی زیارت سے اپنے قلوب واذہان کو منور کرسکتا ہے۔

سرزمین شام میں موجود مقاماتِ مقدسہ پر حاضری کیلئے ہم نے بھی سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ سدرہ شریف، شہزادہ غوث الثقلین کی قیادت میں زیارات کا پروگرام ترتیب دیا۔

شہرِ دمشق کا خوبصورت ودلکش فضائی منظر

آغاز سفر مقدس

سدرہ شریف......... تا.......... دمشق مبارک

سرزمین شام کی زیاراتِ مبارکہ پر حاضری کیلئے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ خوش نصیب ممبران قافلہ نے حضور شہزادہ غوث الثقلین کی ہمراہی میں تاجدار سدرہ شریف حضرت سید عبداللہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آستانہ عالیہ قادریہ گیلانیہ، سدرہ شریف کے منتظمین و خدام کے علاوہ اس کے در و دیوار بھی حسرت بھری نگاہوں سے ہمیں الوداع کہنے کیلئے منتظر تھے کیونکہ ہم کسی عام سفر پر روانہ نہیں ہو رہے تھے بلکہ یہ سفر تو ان مقدس و بابرکت شہروں کی طرف تھا جن کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے بے شمار بشارتیں عطا فرمائی ہیں اور جن کے مقامات مقدسہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضور قبلہ سجادہ نشین سید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی نے فرداً فرداً سب کو ہاتھ ملانے کے علاوہ ان سے دعاؤں کے بھی متمنی ہوئے۔ گاڑیوں میں سوار ہوئے اور سفر دعا پڑھتے ہوئے سدرہ شریف سے ڈیرہ اسماعیل خان شہر اور بھکر سے ہوتے ہوئے فیصل آباد شہر شیخ کالونی پہنچے۔ جہاں پر حضور سجادہ نشین صاحب کے خلیفہ میاں شوکت علی قادری کی قیادت میں جم غفیر نے شہزادہ غوث الثقلین کا پرجوش استقبال کیا۔ گلہائے رنگا رنگ گاڑیوں پر نچھاور کئے گئے اور استقبالیہ نعروں کی گونج میں آپ ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ میاں شوکت علی قادری اپنے والدین مرحومین کی یاد میں ایک پروقار روحانی محفل کا انعقاد کرتے ہیں، جس میں نعت خوانی کے علاوہ خصوصی خطاب شہزادہ غوث الثقلین کا ہوتا ہے، جس کے اختتام پر حاضرین کی لنگر غوثیہ سے

تواضع کی جاتی ہے۔

قافلہ سفرِ عشق و محبت کے قائد حضور شہزادہ غوث الثقلین تیار ہو کر جب مذکورہ بالا تقریب میں شرکت کے لیے پنڈال میں داخل ہوئے تو وہ منظر دیدنی تھا۔ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور نعرہ ہائے غوثیہ سے پورا علاقہ گونج گیا۔ محفل میں شریک ہر ایک کی شدید خواہش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح سٹیج پر پہنچ کر آپ سے دست بوسی کا شرف حاصل کرے۔ لیکن انتظامیہ کی طرف سے ایسا انتظام تھا کہ ہر شخص صرف دور سے ہی آپ کے چہرہ انور کی زیارت کرے۔

اہل اللہ کی صرف زیارت ہی ذہن میں آنے والے ہر سوال کا جواب ہوتی ہے اور ان کی وساطت سے ہر مشکل حل ہو جایا کرتی ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو کہتا ہے کہ اس جہاں میں اولیاء اللہ موجود نہیں تو تیری تلاش میں کہیں کمی ہو سکتی ہے لیکن یہ اہل اللہ ہر دور میں موجود رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے کیونکہ دنیا میں اگر اللہ والے نہ ہوتے تو پھر یہ کون و مکاں اپنی جگہ قائم نہ رہ سکتے۔

منعقدہ سالانہ برسی کی محفل مبارک کا آغاز ذکر اللہ اور ذکرِ رسول ﷺ سے ہوا۔ جس کے بعد حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کا صدارتی خطاب شروع ہوا جو دراصل وعظ و نصیحت اور تربیت پر مبنی تھا۔ آپ نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں قرآن و سنت کی روشنی میں والدین کی اہمیت و عظمت اور قدر و منزلت کو اجاگر کیا اور جملہ حاضرین کو اپنے والدین سے حسن سلوک اور رواداری کا درس دیا۔

شہزادہ غوث الثقلین کے خطاب کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں ہدیہ صلاۃ و

سلام اور پھر آپ کی دعا مبارکہ کے ساتھ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ رات کافی گزر چکی تھی اور ہم آرام کیلئے اپنی مقررہ رہائش گاہ روانہ ہوئے۔ مورخہ 12 اکتوبر 2001ء نماز فجر کی ادائیگی اور طلوع آفتاب کے بعد صاحب خانہ کی طرف سے پرتکلف ناشتے کا انتظام تھا، ناشتہ سے فارغ ہوئے تو کثیر تعداد میں مرد و خواتین شہزادہ غوث الثقلین سے ملاقات کے منتظر تھے۔ ایک طویل وقت آپ ان آنے والے زائرین و مہمانان گرامی سے ملاقات فرماتے رہے اور اپنے اخلاق حمیدہ سے ان کے دلوں کو جیتنے کی کوشش فرماتے رہے۔

حضرت نے جملہ حاضرین و زائرین کو ڈھیروں دُعاؤں سے نوازنے کے ساتھ انہیں رخصت فرمایا۔ نماز ظہر کی امامت فرمائی اور دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور کچھ آرام کیا اور اپنے اگلے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ ملک شام کی ایئر لائن صرف کراچی سے ہی روانہ ہوتی ہے اس لئے ہم نے فیصل آباد سے لاہور بذریعہ کار اور لاہور سے کراچی بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنا تھا۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد گاڑیوں میں سوار ہو کر لاہور ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے اور تقریباً ڈھائی گھنٹوں میں ہم لاہور کے علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئر پورٹ پہنچ گئے۔

لاہور ایئر پورٹ پر کافی تعداد میں حضرت کے مریدین اور احباب ملاقات اور الوداع کہنے کے لیے موجود تھے۔ حاضرین نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور الوداعی سلام کے بعد ہم قافلہ عشق و محبت اپنا انتہائی مختصر سامان اٹھاتے ہوئے ڈیپارچر لاؤنج کی طرف روانہ ہوئے۔ بورڈنگ کارڈز کے حصول کے بعد گیٹ نمبر 12 سے داخل ہو کر جہاز پر پہنچ گئے۔

دُعائے سفر کے ساتھ جہاز مقررہ وقت پر روانہ ہوا۔ ابتدائی تواضع کے بعد رات کا کھانا بھی مسافروں کو پیش کیا گیا۔ اسی اثناء جہاز کے کپتان نے کراچی ایئر پورٹ پر لینڈنگ کا اعلان کر دیا اور رات 11:35 پر جہاز قائد اعظم انٹرنیشنل ایئر پورٹ کراچی پر خیریت سے لینڈ کر گیا۔

شہزادہ غوث الثقلین کے ایک مرید ملک بوستان صاحب کے ہمراہ اُن کے مہمان خانہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے نماز عشاء حضور قبلہ کی امامت میں ادا کی، اس کے بعد ملک صاحب کے پرتکلف دسترخوان پر موجود اپنے حصے کا رزق تناول کیا۔ رات کافی گزر چکی تھی ملک صاحب فرمانے لگے کہ فلائٹ میں اتنا زیادہ ٹائم تو نہیں لیکن آپ کافی تھک چکے ہیں، اس لئے کچھ دیر آرام کر لیں۔

حضور قبلہ ایک کمرے میں تشریف لے گئے اور جناب سید حسنین محی الدین گیلانی اور میں ایک دوسرے کمرے میں آ گئے۔ اگلے سفر کی وجہ سے آنکھوں میں نیند کا نام و نشان تک نہیں تھا، ہم دونوں آپس میں گفتگو کرتے رہے اور جب گھڑی کی طرف دیکھا تو صبح کے 2:15 بج چکے تھے۔ تیاری شروع کی، چند ہی لمحوں میں حضور قبلہ بھی تیار ہو کر باہر تشریف لے آئے۔ مورخہ 13 اکتوبر 2004ء بروز بدھ کی صبح 2:30 بجے گاڑیوں میں سوار ہو کر ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایئر پورٹ پہنچنے کے بعد ملک بوستان صاحب نے ہمیں نہایت پرتپاک طریقے سے الوداع کیا اور حضور قبلہ سے دُعاؤں کے طلبگار ہوئے۔

شامی ایئر لائن کے کاؤنٹر کے قریب ایئر لائن کے کنٹری منیجر محترمی جناب علی الکردی صاحب موجود تھے۔ پاکستان میں سفارتخانہ شام کے قائم مقام سفیر عزت

ماآب جناب عدنان برنیہ صاحب نے حضور شہزادہ غوث الثقلین اور اس بندہ کا اس کنٹری منیجر کو تعارف کروایا ہوا تھا۔ میں کاؤنٹر کے قریب ہوا اور جناب علی الکردی صاحب کو اپنا تعارف کروایا تو انہوں نے فوراً مجھے پہچان لیا۔

آپ انتہائی محبت وشفقت سے ملے، فوراً ہمارا سامان بک کروایا اور خود بورڈنگ پاس لیتے ہوئے میرے ساتھ حضور قبلہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ شہزادہ غوث الثقلین ان سے انتہائی پیار ومحبت سے ملے اور اُن کی اس کرم فرمائی پر جناب علی الکردی صاحب کا انتہائی شکریہ ادا کیا۔

اسی اثناء میں ملک طاہر صاحب خود ہی ہمارے پاسپورٹوں پر خروج کی مہریں لگوا کر لے آئے۔ ان کا بھی شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں دُعاؤں کے ساتھ الوداع کیا اور ہم ڈیپارچر لاؤنج سے ہوتے ہوئے جہاز میں داخل ہوگئے۔ مناسب مقام پر سیٹیں تھیں اور باہر کا سارا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔

Syrian Airlines کا جہاز مقررہ وقت پر سرزمین شام کے مقدس شہر دمشق پرواز کیلئے تیار تھا۔

مقدس و منتخب
شہرِ دمشق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، "تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں میں سے چار فرشتوں کو چنا.....اور شہروں میں چار شہروں کو منتخب کیا، پہلا مکہ مکرمہ جو ایک شہر ہے، دوسرا مدینہ منورہ جو کھجوروں کا شہر ہے، تیسرا بیت المقدس جو زیتون کا گھر ہے اور چوتھا دمشق جہاں (کثرت) سے انجیریں پائی جاتی ہیں۔

[تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "شدید خونی جنگ کے دن مسلمانوں کا بڑا خیمہ غوطہ میں ہوگا، اِلٰی جَانِبِ مَدِیْنَۃٍ یُقَالُ لَھَا دِمَشْقُ مِنْ خَیْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ" اُس شہر کی جانب جسے دمشق کہتے ہیں جو شام کے شہروں میں سب سے خیر والا شہر ہے۔

[ابوداؤد، الطبرانی الحاکم]

دمشق

جمہوریہ شام کا دارالحکومت اور دنیا کے قدیم ترین شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ شام کے شہروں میں سب سے بڑا اور مشہور شہر ہے، جس کے چاروں اطراف میں باغات اور مرغزار ہیں جن کے گرد پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ دنیا کا کوئی شہر دمشق کی قدامت کا ہم سر نہیں ہوسکتا اور کسی شہر کی تاریخ ایسے عظیم واقعات کی نظیر پیش نہیں کرسکتی جیسا کہ دمشق کرسکتا ہے۔ دمشق بہت دفعہ تباہ ہوا مگر اب بھی ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ شروع میں تھا۔ یہ ہر زمانہ میں سرسبز و شاداب شہر تھا۔ مؤرخین جب عظیم سلطنتوں کی تاریخ لکھتے ہیں تو وہ دمشق کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں۔

دمشق منزلنا حيث النعيم بدا
مكملا و هو فى الآفاق مختصرا

(دمشق ایک ایسا مقام ہے جس میں جنت کی مکمل نعمتیں موجود ہیں مگر جنت اور اس میں یہ فرق ہے کہ وہ ایک دور دراز راستہ ہے مگر دمشق میں ہم باآسانی پہنچ سکتے ہیں)

دمشق کی نہریں اور اس کے دلکش باغات عجب نظارے پیش کرتے ہیں۔ پانی کا سایہ دار درختوں کے نیچے بہنا خلد کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں ایسے بہت کم مقام ہیں جو دمشق کی شادابی اور سرسبزی کا مقابلہ کرسکیں۔ اسی وجہ سے شہر دمشق کو دنیا کی جنت کہا جاتا ہے۔

خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں پورا بلادِ شام فتح ہوکر اسلامی خلافت میں داخل ہوگیا تھا۔ 661ء سے 750ء تک اُموی سلطنت کا صدر مقام رہا، جس کی حدود ہسپانیہ سے وسط ایشیاء تک پھیل چکی تھی۔ عباسیوں نے

برسرِ اقتدار آنے کے بعد بغداد کو دارالخلافہ بنایا لیکن دمشق کی اہمیت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ 1260ء میں مملوکوں نے اسے دوبارہ دارالخلافہ بنایا مگر امیر تیمور نے دمشق اور گردونواح کو تباہ کردیا۔ انیسویں صدی کے شروع تک سلطنت عثمانیہ کے ماتحت رہا اور 1946ء میں آزاد شام کا دارالحکومت بنا۔

ابوابِ دمشق (دمشق کے داخلی دروازے)

دمشق کی مضبوط سنگین دیواروں کا تذکرہ قدیم کتب میں موجود ہے۔ مسلم افواج کے محاصرہ کے وقت یہ دیواریں موجود تھیں۔ دمشق کو "حصن الشام" اسی واسطے کہتے تھے کہ اس کی سنگین دیواریں ناقابل تسخیر تھیں اور دمشق کی فتح کے بعد پورے شام میں اس طرح کا اور کوئی شہر نہ تھا۔ رومیوں کو ان دیواروں پر بڑا ناز تھا۔ یہ سنگین دیواریں قدیم دمشق شہر کے اردگرد بیضوی شکل میں بنی ہوئی تھیں۔ ان دیواروں میں کئی دروازے نصب تھے۔ حضرت علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ دمشق الكبير" میں 11 دروازوں کا ذکر کیا ہے، لیکن موجودہ دور میں ان میں سے سات دروازوں کے بقیہ نشانات ملتے ہیں۔

وزارتِ سیاحت دمشق کی طرف سے سال 2009ء میں شائع شدہ انگریزی کتاب بنام "Syria" اس وقت میرے پیش نظر ہے جس میں مذکورہ دیوار اور دروازوں کا ذکر کچھ اس طرح سے موجود ہے۔ یہ دیوار رومن دورِ حکومت میں طویل اور سنگین پتھروں سے تعمیر کی گئی جس میں سات دروازے تھے۔ یہ دیوار اور دروازے ایک طویل عرصہ تک محفوظ رہے لیکن جب 750ء میں عباسیوں کا دورِ حکومت شروع ہوا تو انہوں نے اس فصیل کے ایک حصہ کو تباہ کردیا لیکن پھر بھی اس کے کچھ حصے

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت تک محفوظ رہے۔ان ادوار کے بعد کچھ مزید حصے شہری توسیعات کی نذر ہو گئے۔لیکن باب السلام اور باب توما کے درمیان 500 میٹر کا مختصر حصہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ اسلامی دور حکومت میں کچھ نئے دروازوں کا اضافہ ہوا۔باب الکیسان اور باب الجنیق بند ہو گئے اور باب النصر جو قلعہ دمشق کے قریب تھا، سوقِ حمیدیہ کی تعمیر 1863ء کے دوران ختم کر دیا گیا۔ان تاریخی دروازوں کا مختصر تذکرہ پیش ہے۔

1۔ باب الشرقی

یہ دروازہ شہر کے مشرق میں واقع تھا، اس لئے اس کا نام باب الشرقی تھا۔ یہ وہی مشہور دروازہ ہے جس کے اندر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر داخل ہوئے۔ شارع مستقیم اس دروازہ سے شروع ہو کر مغرب تک باب الجابیہ تک جاتی ہے جس کی لمبائی ایک کلومیٹر ہے۔جس وقت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس سڑک پر جا رہے تھے تو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ باب الجابیہ کی طرف سے آتے ہوئے مریم کے گرجا کے سامنے ملاقات ہوئی تھی۔

2۔ باب الکیسان

یہ وہ مشہور دروازہ ہے جسے عیسائی "باب پولس" کہتے ہیں۔

3۔ بابُ الصغیر

باب الصغیر پر دو دروازے ایک دوسرے کے اندر واقع ہیں۔ بابُ الصغیر کا دوسرا نام "بابُ الشاغور" بھی ہے۔اس دروازہ کے باہر ایک محلّہ تھا جسے "الشاغور" کہتے تھے۔باب الصغیر سے ایک سڑک اس مشہور قبرستان کو جاتی ہے

جسے قبرستان باب الصغیر کہتے ہیں اور یہ قبرستان باب الجابیہ تک پھیلا ہوا ہے۔

4۔ باب الجابیہ

یہ دروازہ شہر کے جنوب مغربی کونے کی جانب ہے۔ یہ وہی مشہور دروازہ جس کے سامنے سیدنا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بروئے صلح داخل ہوئے تھے۔اس دروازہ کو "جابیۃ الجولان" کہتے ہیں۔ بنو امیہ کے دور حکومت اور زمانہ مابعد میں اس دروازہ کی دیکھ بھال ہوتی رہی اور سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی مرمت کروائی۔اس دروازہ کے باہر ایک محلّہ تھا جسے "لُولُوْہ" کہتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا محلّہ تھا اور دوسری صدی ہجری میں اس جگہ محدثین کی ایک جماعت رہتی تھی۔ جابیہ سے ایک سڑک سیدھی "مرج سفر" کو جاتی تھی جسے شارع جابیہ کہتے تھے۔اس کے قریب ایک تل (ٹیلہ) بنام "تل الجابیہ" تھا۔ 17 ہجری سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس مقام پر تشریف لائے تھے اور آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ "کہ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُومِنِیْنَ بِالْجَابِیَۃِ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ" (مومنین کی روحیں شام کے شہر جابیہ میں ہیں)

5۔ باب السرایا

اس دروازہ پر دو دیواریں نظر آتی ہیں۔ اُموی قلعہ اس دروازہ اور دیوار سے ملحق ہے جو شہر کا شمال مغربی زاویہ ہے۔

6۔ باب الفرج

دمشق کا "نیک فال" دروازہ مشہور ہے۔ سیدنا عبدالغنی النابلسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جو دل میں آئے دمشق کی بابت کہو اور جو کچھ اس کی طرف منسوب کرنا

چاہو،کرو، کیونکہ خیر و برکت تو اسی جگہ ہے اور اُس کا دروازہ بابُ الفرج ہے۔

7۔ باب الفرادیس

بابُ الفرج سے آگے باب الفرادیس ہے جس کا دوسرا نام "بابُ العمارة" ہے۔ نہر ھروئی، باب الفرج کی دیواروں کے ساتھ ساتھ اس جگہ تک آتی تھی جس کے نواح میں باغات کی کثرت تھی۔ اس دروازہ کے بالمقابل الفرادیس نام کی ایک بستی تھی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ قبرستان فرادیس کے بارے میں فرماتے ہیں "يُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ شَهِيْدٍ ، يُشْفَعُ كُلُّ اِنْسَانٍ فِيْ سَبْعِيْنَ" (کہ اللہ تبارک و تعالیٰ (روزِ حشر) اس قبرستان سے ستر ہزار شہید اُٹھائے گا اور ان میں سے ہر ایک ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا)۔ الربعی نے اسے فضائل الشام میں ذکر کیا ہے۔

باب الفرادیس کے سامنے ایک "دیر" تھا۔ محاصرہ دمشق کے ایام میں اس جگہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خیمہ ہوتا تھا جو بعد میں دیرِ خالد کے نام سے مشہور ہوگیا۔

8۔ بابُ السلام

شہر دمشق کے محاصرہ کے دوران اس دروازہ پر کوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اسے "باب السلام" یعنی امن کا دروازہ کہا جاتا ہے۔ دمشق شہر کے شمالی مضافات کا اس دروازہ پر خاتمہ ہوجاتا ہے اور اس دروازہ سے پرانی دیوار باب توما تک چلی جاتی ہے۔

9۔ باب توما

دمشق کے شمال میں وہ مشہور دروازہ ہے جہاں ایام محاصرہ رومیوں اور

اسلامی افواج کے درمیان نہایت زور و شور سے ایک عرصہ تک لڑائی جاری رہی۔ اس وقت دمشق میں "تھومس" نامی ایک شخص رہتا تھا جو قیصر روام کا داماد تھا۔ یہ نہایت بہادر سپاہی تھا جو دمشق کو ایک عرصہ تک بچاتا رہا۔ عربی اس شخص کو توما کہتے تھے۔ اس لئے اس دروازے کا نام توما مشہور ہوگیا۔ ایام محاصرہ میں یہ دروازہ شکستہ ہوگیا تھا۔ بنو امیہ نے اسے از سرِ نو تعمیر کرایا اور بعد کے ادوار میں بھی اس کی مرمت ہوتی رہی۔

ہم Syrian Airline کے جہاز میں سوار تھے جو پرواز کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب رواں تھا اور میں تاریخ کے جھروکوں سے بلادِ شام، شہر دمشق اور اس کے مقامات مقدسہ کا روحانی سفر کررہا تھا کہ اچانک جہاز کا کپتان مسافروں سے مخاطب ہوا کہ ہم اس وقت سعودی عرب کے شہر "الدمام" کے اوپر سے گزر رہے ہیں اور جہاز 20 منٹ کے لئے دمام ایئرپورٹ پر فیول کے لئے لینڈ کرے گا۔ شام ایئر لائن والوں نے دوران پرواز مناسب تواضع کی، مشروبات کے علاوہ صبح کے ناشتے سے بھی محظوظ ہوئے۔ (یہ سال 2004ء کی باتیں ہیں، اب تو اکثر ایئر لائنز نے سادہ پانی کے علاوہ ناشتہ اور کھانے کے الگ چارجز لینا شروع کردیے ہیں)۔

حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کے ہمراہ کئی سفر کرنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ دوران سفر عام اور سادہ لباس زیب تن فرماتے ہیں کہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے اور وہ عام مسافر کی طرح سفر کریں لیکن ہر آدمی نہ سہی کچھ خاص دیکھنے والے تو بڑی دور کی نگاہ رکھتے ہیں اور آپ کو پہچان ہی لیتے ہیں۔ دوران پرواز بھی کئی لوگ آ کر آپ سے ملتے رہے اور دست بوسی کا شرف حاصل کرتے رہے اور آپ بھی انہیں ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے رہے۔ کچھ ہی دیر میں کپتان کی آواز کانوں میں گونجی کہ اپنے

حفاظتی بند باندھ لیں، جہاز دمشق ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے والا ہے۔ یہ وہی دمشق ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے منتخب پسندیدہ شہروں میں سے ایک شہر ہے۔

شام ایئرلائن والوں کا جہاز ٹرمینل کی عمارت کے ساتھ آ لگا۔ خیر و عافیت سے جہاز کا سفر مکمل ہونے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اگلا مرحلہ Immigration اور کسٹم کا شروع ہوا، جس میں کافی وقت صرف ہوتا ہے۔ انٹری کارڈز پر کیئے اور امیگریشن سٹاف کے حوالے کیئے کافی وقت کے بعد پاسپورٹوں اور کارڈز پر دخول کی مہریں لگنے کے بعد ہمیں واپس کیئے گئے۔ امیگریشن ہال سے سامان والے ہال میں داخل ہوئے اور سامان اٹھاتے ہوئے کسٹم حکام کے پاس جا پہنچے۔ جنہوں نے مہربانی فرمائی اور بغیر وقت لئے ہمیں خدا حافظ کہا اور یوں ہم سرزمین دمشق میں پہنچ گئے۔

غوطہ دمشق

غوطہ وہ مقام ہے جسے جنت سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ احادیث نبویہ ﷺ میں بھی مقام غوطہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''ایمان والو کا بڑا خیمہ غوطہ میں ہوگا، اس علاقہ میں ایک شہر ہے جسے دمشق کہتے ہیں۔''

غوطہ کے چاروں اطراف پہاڑ ہیں اور یہ ایسی زمین ہے جو تقریباً 30 کلومیٹر تک وسعت میں ہے اور بوجہ نشیب اور وسعت اسے غوطہ کہتے ہیں۔ ان پہاڑوں کی بلندی کے مقابلے میں سرزمین غوطہ نسبتاً پست نظر آتی ہے۔ حسن اور نزہت میں غوطہ دمشق سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔ 30 کلومیٹر کی وسعت میں بے شمار چھوٹے بڑے گاؤں آباد ہیں جن میں ''آبل السوق، جسرین، جرمانا، تلین، بیت

العصیاء، برزہ، بلاط، قریۃ حجیرا، حرستا، دارایا، دومہ، مزہ ...'' قابل ذکر ہیں۔

اَمَّا دِمَشْقُ فَجَنَّةٌ
يَنْسِى بِهَا الْوَطَنُ الْغَرِيْبَ
(دمشق جنت ہے اور ایسے مقام کو چھوڑ کر انسان اور کس جگہ کی خواہش کرسکتا ہے اس لئے مسافر اس جگہ آ کر اپنے وطن کو بھول جاتا ہے)

غوطہ دمشق کی زمینوں کا بہت بڑا حصہ دمشق کے قدیم مدارس کے لئے وقف تھا۔ پھر عہد ایوبی میں دمشق کے شمالی اور مغربی اطراف میں غوطہ کے اندر بہت سے مدارس، خانقاہیں، رباطیں اور تکیے تعمیر کیئے گے۔

دمشق کی نہریں

شہر دمشق کی رونق اور اس کی سرسبزی کا باعث اس کی نہریں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے''ہم نے ہر چیز کو پانی سے حیات بخشی ہے۔'' اس طرح اہل دمشق کی زندگی یہی نہریں ہیں۔ مشہور سفرنامہ نگار ''ابن جبیر'' نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ یہ شہر زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ آؤ اور یہاں قیام کرو، کیونکہ چشموں اور نہروں کی کثرت سے دمشق شاد و آباد ہے۔

سرزمین دمشق کو سات نہریں سیراب کرتی ہیں۔ ان میں نہر بردی سب سے بڑی ہے اور فی الحقیقت باقی چھ نہریں اسی کی شاخیں ہیں۔ نہر بردی کا منبع قریہ ''قنوا'' علاقہ زبدانی میں واقع ہے۔ اس مقام پر ''بعلعبک'' کے چشموں کا پانی بھی اس میں آ ملتا ہے۔ جبل شرقی میں ''زبدانی'' ایک نہایت پُرفضا مقام ہے۔

دمشق کی ان نہروں کا اصل منبع جبل لبنان ہے جس کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ جبل شرقی کا برفانی پانی قدرتی چشمے پیدا کرتا ہے اور ان کی بدولت پانی کی اس کثرت کی وجہ سے ان مقامات پر ہوا بھی تروتازہ رہتی ہے۔ دمشق کی خوبصورتی شہرہ آفاق میں پھیلی ہوئی ہے لیکن اس کا اصل حسن اس کی نہریں ہیں۔

دمشق ایئرپورٹ سے باہر آئے جہاں پر حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کے احباب انہیں اور ہمیں خوش آمدید کہنے کیلئے موجود تھے۔ سب سے فرداً فرداً ملاقات کی اور گاڑی میں سوار ہوکر علاقہ "زینبیہ" کے ایک خوبصورت وجدید ہوٹل روانہ ہوئے جہاں پر پہلے سے ہمارے لئے لیے ایک فلیٹ منتظر تھا۔ ابتدائی تواضع پانی اور شام کی چائے سے ہوئی۔

کھانے کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ پھر سب احباب نے مل کر ملک شام کے کھانوں کا لطف اٹھایا۔ پچھلے دو دنوں سے مسلسل سفر میں ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ ہو چکی تھی۔ ہمارے لئے دو کمرے مخصوص تھے۔ ایک کمرہ میں قبلہ حضور آرام کیلئے تشریف لے گئے اور ایک کمرے میں سید حسنین محی الدین گیلانی اور میں آ کر سو گئے۔

موسم انتہائی خوشگوار تھا اور تھکاوٹ کی وجہ سے نیند بھی خوب آئی۔ بیدار ہونے پر نماز ادا کی اور چائے اور کافی سے لطف اندوز ہوئے۔ اسی دوران احباب سے ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں۔ نماز عشاء کے بعد رات کا کھانا کھایا اور پھر زیارات دمشق کیلئے پروگرام ترتیب دیا۔

ملک شام اور بالخصوص دمشق میں کافی مذہبی اور تاریخی مقامات قابل دید ہیں۔ چونکہ ہمارے سفر کا مقصد صرف زیارات مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کرنا

ہوتا ہے، اس لئے اکثر ہم تاریخی مقامات بہت کم دیکھ پاتے ہیں۔ ذیل میں مختصراً شہر دمشق میں موجود چند اہم ومشہور مقامات مقدسہ کا ذکر کرتے ہیں جن پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سیدنا ابوھریرہ ؓ

عظیم صحابی رسول ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی ؓ (المعروف حضرت ابوہریرہ ؓ) کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنکی زندگی میں فقر کا پہلو بے حد نمایاں تھا۔ بعض اوقات بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ان ستر اہل صفہ میں سے تھا جن میں سے کسی کے پاس باقاعدہ ایک چادر تک بھی نہ ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کچھ صحابہ کرام کے ہمراہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جس پر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیسے آئے ہو؟ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ بھوک ہمیں آپ کی بارگاہ میں لے آئی۔ آپ ﷺ نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا یہ دو کھجوریں کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔

سیدنا ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری اپنی والدہ کیلئے رکھ لی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابوہریرہ ؓ تم نے یہ کھجور کس کیلئے رکھ لی ہے؟ حضرت ابوہریرہ ؓ نے جواب دیا کہ میں نے یہ کھجور اپنی والدہ کیلئے رکھ لی ہے۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کھجور کو کھالو، ہم ان کیلئے تم کو دو کھجوریں اور دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور بھی کھالی اور آپ ﷺ نے مجھے والدہ کیلئے دو

کھجوریں عطا فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھائی، رسول اللہ ﷺ نے ہاتھوں سے چلو بھر کر چادر میں ڈال دیا اور فرمایا اس چادر کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالو۔ میں نے آپ ﷺ کے ارشاد مبارک کی تعمیل کی، پھر اس کے بعد مجھے کوئی چیز نہیں بھولی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اتنی کثرت سے احادیث روایت کی ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ روایات نہیں ملتیں جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انتہائی قلیل مدت آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر رہے۔

دمشق شہر کے مرکز میں ایک مشہور زمانہ "چھتا ہوا بازار" بنام "سوق حمیدیہ" ہے جو کافی طویل وعریض ہے۔ شہر کی طرف سے مرکزی دروازہ سے داخل ہوں تو دائیں جانب دو تین دکانیں چھوڑ کر ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے، جس کا نام مسجد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

اسی مسجد کے ایک گوشہ میں اس عظیم وجلیل القدر صحابی رسول ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ مسجد ہذا چونکہ اوقات نماز کے علاوہ بند رہتی ہے اور یہ مقام مبارک مسجد کے اندر واقع ہے۔

اگر کوئی زائر یہاں پر اوقات نماز کے علاوہ حاضری کی لئے آتے تو ان قریب کے دوکانداروں سے معلوم کرلے وہ مسجد کو کھلوا کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کروادیتے ہیں۔

اٹھارہ ہجری طاعون عمواس کی وباء پھیلی جس میں کثیر تعداد میں صحابہ کرام کا انتقال ہوا۔

انہی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی اڑتیس (38) سال کی عمر مبارک میں بارگاہ رب العزت میں حاضری کیلئے پیش ہوگئے۔

دمشق کے مشہور بازار "مدحت پاشا" میں داخل ہونے کے بعد کچھ فاصلہ پر دائیں جانب مسجد معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے، جس کے دائیں طرف ایک کمرے میں اس عظیم صحابی رسول ﷺ کا مزار مبارک ہے۔

قبر مبارک پر یہ عبارت تحریر ہے۔

"مقام الصحابی الجلیل معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ"

ملک اردن کے دارالحکومت عمان میں بھی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ شام والا مزار مبارک فتوحات شام کے دوران آپ کا مقامِ قیام یا مقامِ عبادت ہو۔

عربی زبان میں ضریح اور مقام میں فرق ہے۔ ضریح اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں کسی نبی، صحابی یا ولی کو بالفعل دفن کیا گیا ہو۔

مقام اس کو کہتے ہیں جہاں کسی بابرکت شخصیت (نبی، صحابی یا ولی) نے مختصر یا طویل قیام کیا ہو یا ان کا مقامِ عبادت رہا ہو، جسے ہمارے ہاں عرفِ عام میں بیٹھک کہتے ہیں۔

کسی عظیم اور بابرکت شخصیت کی طرف کسی بھی مقام کے منسوب ہونے کے سبب اس مقام کے اپنے فیوضات وبرکات ضرورت ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے اس ارشاد مبارک کی روشنی میں آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ''لولا معاذ بن جبل لھلک عمر'' (اگر معاذ بن جبل نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا)۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر فاروق ؓ نے ارشاد فرمایا '' من اراد الفقہ فلیات معاذ بن جبل'' جو فقہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ حضرت معاذ بن جبل ؓ کے پاس جائے۔

مزار مبارک صحابی رسول A

حضرت معاذ بن جبل ؓ

سیدنا معاذ بن جبل ؓ

عظیم صحابی رسول ﷺ حضرت معاذ بن جبل کی کنیت ابا عبدالرحمن اور انصاری قبیلہ ''الخزرجی'' سے تعلق تھا۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ سفید رنگ کے طویل القامت، خوبصورت بالوں اور مستانی آنکھوں والی شخصیت تھی۔ آپ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ تبوک کے بعد آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو قرآن و شریعت کی تعلیم دینے کی غرض سے یمن بھیجا۔ آپ ؓ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں فنا کے درجہ پر فائز تھے۔

حضرت انس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''حلال وحرام میں بہتر تمیز کرنے والا میری امت میں معاذ بن جبل ہے۔''

ایک روز سرکار مدینہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ سے فرمایا ''یا معاذ انی لاحبک فی اللہ'' کہ اے معاذ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ جس پر حضرت معاذ بن جبل ؓ نے جواب دیا ''یارسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں بھی آپ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں'' جس پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ اے معاذ! کہ میں تجھے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن کو تو ہر نماز کے بعد پڑھا کر۔

''ربی اعنی علی ذکرک و شکرک وحسن عبادتک''

ایک مقام پر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار آدمیوں سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ، سالم مولیٰ ابی حذیفہ ؓ، ابی بن کعب ؓ، اور معاذ بن جبل ؓ۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ کی خصوصیت وفضیلت کا اندازہ امیرالمومنین

حضرت اُبی بن کعب الانصاری ؓ

حضرت اُبی بن کعب الانصاری ؓ جلیل القدر انصاری صحابی رسول ﷺ ہیں جو بیعتِ عقبہ اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے تھے کہ اُبی تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔

قرأت میں ان سے بڑھ کر کوئی ماہر نہ تھا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتب بھی تھے۔ 30 ہجری بعہد حضرت عثمان غنی ؓ وصال فرمایا۔

مدحت پاشا بازار کے اختتام پر باب شرقی آ جاتا ہے۔ اس سے باہر نکل کر سڑک کی دائیں جانب کچھ فاصلے پر سڑک کے بالمقابل دو گنبد اور مینار نظر آتے ہیں اس کو مسجد ابی کعب الانصاری ؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی مسجد کے ایک گنبد کے نیچے حضور ﷺ کے محبوب قاری اور مفسر حضرت ابی بن کعب الانصاری ؓ آرام فرما ہیں۔

باب توما کے باہر سڑک کے کنارے ایک چھوٹے سے باغ میں سنگ مرمر سے تعمیر شدہ دو خوبصورت مزارات مبارکہ ہیں، جن میں سے ایک مزار مبارک حضرت شرحبیل بن عبداللہ ؓ اور ایک مزار مبارک عظیم صحابیہ و مجاہدہ سیدۃ خولہ بنت ازور ؓ کا ہے جو لائق زیارت ہے۔

سیدۃ خولہ بنت ازور ؓ وہ مجاہدہ اسلام ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار ہاتھ میں لئے ہرقل روم کے لشکر میں گھس گئیں اور اپنے بھائی ضرار بن ازور ؓ کو رومیوں کی قید سے چھڑا کر واپس لے آئیں۔ باب توما میں شیخ رسلان دمشقی ؓ کا مزار پر انوار ہے۔

سفرنامہ زیارتِ شام

شیخ الاسلام شیخ رسلان الدمشقی ؓ

شیخ الشام و الاسلام حضرت شیخ رسلان ابوالنجم ؓ کا شمار ملک شام کے اکابرین اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے ہم عصر ہیں۔ حضرت علامہ یحیٰی تافی الحلبی (المتوفی 963ھ) نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "قلائد الجواھر" میں حضرت شیخ رسلان ؓ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ آپ کے فضائل و مناقب کا ذکر کیا ہے۔ برکت کے حصول کے لئے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

عارف باللہ تعالیٰ حضرت ابو محمد ابراہیم بن محمود البعلی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رسلان ؓ اپنے اصحاب کے ہمراہ گرمیوں میں ایک دن دمشق کے باغوں میں سے ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے اصحاب میں سے کسی نے عرض کیا۔ حضرت! ولی کی کیا نشانی ہوتی ہے؟ آپ نے جواب دیا اے بیٹے! ولی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ صاحبِ تصرف بنا دیتا ہے۔

اس شخص نے عرض کی، اس کی کیا نشانی ہوتی ہے؟ حضرت شیخ نے چار چھڑیاں اکٹھی اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور کہا کہ یہ چار موسم ہیں، اور انہیں سے ایک چھڑی کو الگ کر کے کہا کہ یہ موسم گرما ہے، پھر دوسری چھڑی کو الگ کر کے کہا، یہ موسم خزاں ہے، پھر تیسری چھڑی کو الگ کر کے کہا یہ موسم سرما ہے اور آخری چھڑی کو الگ کر کے کہا کہ یہ موسم بہار ہے۔ پھر جس لکڑی کے بارے میں کہا تھا کہ یہ موسم گرما ہے، اس کو اپنے ہاتھ میں اٹھا کر جھٹکا دیا تو شدید گرمی پڑ گئی۔ پھر اس چھڑی کو پھینک کر، دوسری چھڑی اٹھالی جس کو خزاں کہا تھا، اس کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر جھٹکا دیا تو فوراً موسم

خزاں کی نشانیاں اور فصلیں ظاہر ہونا شروع ہوگئیں۔ پھر آپ نے اس چھڑی کو پھینکتے ہوئے تیسری چھڑی کو اٹھالیا جس کو موسم سرما کا نام دیا تھا، اپنے ہاتھ میں اسے رکھتے ہوئے جھٹکا دیا تو فوراً موسم سرما کی کی سرد ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں اور شدید سردی پڑگئی اور باغ میں موجود درختوں کے پتے خشک ہوگئے، پھر اس چھڑی کو پھینکتے ہوئے چوتھی چھڑی کو اٹھایا جس کو موسم بہار کا نام دیا تھا، اسے اٹھا کر جھٹکا دیا تو فوراً پتوں سے درخت سرسبز ہونے لگے اور موسم بہار کی ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ نے باغ میں درختوں پر بیٹھے پرندوں کو دیکھا پھر ایک درخت کو جا کر ہلایا اس پر بیٹھے پرندے کو اشارہ کیا کہ وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرے، فوراً وہ پرندہ نہایت خوبصورت آواز میں چہچہانے لگا جس کی آواز سے سامعین بھی بہت محظوظ ہوئے۔

اس کے بعد آپ ایک اور درخت کی طرف تشریف لے گئے اور اس کے ساتھ وہی کیا جو پہلے درخت کے ساتھ کیا تھا، پھر آپ سارے درختوں اور سارے پرندوں کے قریب آئے، سوائے ایک پرندے کے سب چہچہا رہے تھے۔

''فقال له الشيخ ﷫ لاعشت فوقع الى الارض ميتاً''
(حضرت شیخ نے اس پرندے سے کہا کہ تو زندہ نہ رہے وہ فوراً مرگیا اور زمین پر گر گیا۔)

حضرت شیخ رسلان دمشقی ﷫ ابھی باغ میں ہی تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ کے پاس 15 لوگ آگئے۔ اس وقت آپ کے پاس صرف پانچ روٹیاں تھیں، آپ نے ان کے سامنے وہی رکھ دیں اور دُعا پڑھی، سب مہمانوں نے پیٹ بھر کر روٹی

کھائی، پھر بھی ان پانچ روٹیوں میں سے ایک روٹی بچ گئی، حضرت شیخ نے اس روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان پندرہ آدمیوں میں تقسیم کردیے، اس کے بعد وہ تمام لوگ بغداد شریف روانہ ہوگئے، **''وَكَانُوْا يَاكُلُوْنَ مِنهَا طُوْلَ الطَّرِيْق''** (اور اس روٹی کے ٹکڑے وہ سارے راستے کھاتے رہے)

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم

جامع کرامات اولیاء میں ہے کہ حضرت علامہ مناوی ﷫ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رسلان ﷫ فرمایا کرتے تھے کہ جو میرے عبادت خانے میں داخل ہوگا اسکے گوشت کو آگ نہیں جلائے گی۔

ایک شخص آپ کے عبادت خانے میں نماز ادا کرنے کیلئے گیا، اس کے ساتھ کچا گوشت بھی تھا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوکر گھر گیا اور گوشت کو آگ پر پکانا شروع کیا تو وہ گوشت نہ پک سکا۔

حضرت شیخ رسلان دمشقی ﷫ نے اپنی زندگی شہر دمشق میں گزاری اور اس شہر مقدس میں 560ھ میں انتقال فرمایا۔ جس وقت آپ کے جنازے کو لے جارہے تھے تو اچانک سبز پرندے جنازے پر آگئے جنہوں نے آپ کے جسد خاکی کو گھیرے میں لے لیا، پھر اُن لوگوں نے دیکھا کہ اچانک گھوڑوں پر سوار کچھ شخصیات آئیں جنہوں نے جنازے کو اپنے حصار میں لے لیا۔ یہ شخصیات نہ کبھی پہلے دیکھی گئیں اور نہ اس کے بعد۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی شیخ رسلان دمشقی ﷫ کے تصرفات باطنیہ سے مستفیض فرمائے۔ آمین

خصوصی تذکرہ

فاتح بیت المقدس ، سلطان الاسلام والمسلمین

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

فاتح بیت المقدس

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی

کے مزارِ مبارک میں نصب فریم کا عکس

فاتح بیت المقدس
عظیم مرد مجاهد سلطان مصر و شام
حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

یہ 532ھ کی ایک تاریک رات کا واقعہ ہے جس وقت نجم الدین ایوب قلعۂ تکریت کا حاکم تھا اور آرام وسکون اور عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا کہ اچانک بدبختی اُس کے خاندان پر سایہ فگن ہوگئی اور تکریت کے حاکم اعلیٰ کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ نجم الدین ایوب اور اُس کا چھوٹا بھائی اسد الدین شیرکوہ اسی وقت تکریت چھوڑ کر بہت دور چلے جائیں۔ جب نجم الدین ایوب اس ناگہانی پریشانی کے عالم میں سامانِ سفر باندھ رہا تھا تو اُس وقت ایک نو مولود بچے کے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایک کنیز بچے کو لئے نجم الدین ایوب کی خدمت میں حاضر ہوئی، پہلے پُر جوش لہجے میں نجم الدین ایوب کو بیٹے کی پیدائش پر مبارک باد دی، پھر عرض کرنے لگی۔ ''امیر محترم! چھوٹے امیر کے کانوں میں اذان دے کر اِس کا نام تجویز فرمادیں''۔ کنیز کی بات سن کر نجم الدین ایوب سخت غصے میں آگیا اور بولا میرے سامنے سے اِس منحوس کو لے جاؤ، کیونکہ جب میرا بیٹا ''توران شاہ'' پیدا ہوا تھا تو میں ایک سپاہی سے ترقی کرکے تکریت کا قلعہ دار بن گیا تھا اور اب اس کی پیدائش پر قلعۂ تکریت کو چھوڑ کر ایک نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہونے والا ہوں۔

کنیز بچے کو لے کر واپس آئی اور مالکن کے حوالے کرکے کہا کہ آقا اپنے بیٹے کی پیدائش سے خوش نہیں ہیں۔ ماں کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ بے قرار ہو کر

بچے کے چہرے پر جھکی اور اُس کی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اور کہا ''میرے بچے تم اِس دنیا میں کیوں آ گئے ہو؟''، ابھی ماں نے بات مکمل نہ کی تھی کہ یکا یک کمرے میں ایک بارُعب آواز گونجی ''آپ کو بیٹے کی مبارک ہو''۔ یہ مبارک دینے والا نجم الدین ایوب کا چھوٹا بھائی اسد الدین شیرکوہ تھا۔ پھر نومولود کو اُٹھایا، اُس کے کان میں اذان دی اور والہانہ انداز میں کہنے لگا ''یہ میرا یُوسف ہے''، بچے کے چہرے پر ایک عجیب سا نور اور کشش تھی۔ اِس لئے اسد الدین شیرکوہ نے اپنے بھتیجے کو ''یوسف'' کا مبارک نام دیا تھا۔

پھر اس بچے یوسف نے ''صلاح الدین ایوبی'' کے نام سے شہرتِ دوام حاصل کی اور دُنیا نے اُسے ''فاتح بیت المقدس، فاتحِ اعظم، مجاهدِ ملت، سلطانُ الاسلام و المسلمین، الملک الناصر'' جیسے القابات سے نوازا۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا بچپن

یوسف (صلاح الدین ایوبی) چار سال کا ہو چکا تھا، زمانے کے رواج کے مطابق اُس کو قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مدرسہ میں داخل کردیا۔ یوسف (صلاح الدین ایوبی) اپنے دونوں بڑے بھائیوں (توران شاہ اور شمس الدولہ) سے مختلف تھا۔ بچہ ہونے کے باوجود نہ وہ کسی سے جھگڑتا تھا اور نہ اُس کے کسی عمل سے شرارت چھلکتی تھی۔ وہ غیر معمولی حد تک سنجیدہ اور کسی گہری سوچ میں ہمیشہ گم رہتا تھا۔ اُستاد اُس کی بہت زیادہ تعریفیں کرتے کیونکہ یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا حافظہ بھی کمال درجے کا تھا۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کے بارے میں ایک راہب کی پیشنگوئی

وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور اب یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی عمر سات سال ہوگئی تھی کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سلطان عمادالدین زنگی (والد سلطان نورالدین زنگی) کا دربار آراستہ تھا، اتفاق سے اُس روز یوسف بھی اپنے والد کے ساتھ دربار میں موجود تھا۔ موصل کا رہنے والا ایک بوڑھا عیسائی راہب "مرزبان" دربارِ سلطانی میں اپنے کسی کام کی غرض سے آیا، جب وہ واپس جانے لگا تو اتفاق سے اُس کی نظر یوسف پر پڑگئی۔ وہ رُک کر کچھ دیر تک یوسف کے چہرے کو بہت غور سے دیکھتا رہا۔ یوسف کے والد کو اس عمل پر بہت حیرت ہوئی۔

دوسرے دن نجم الدین ایوب اپنے بیٹے یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو لے کر عیسائی راہب کے پاس پہنچا اور کہا کہ کل تم سلطان کے دربار میں اس بچے کو اتنا غور سے کیوں دیکھ رہے تھے؟

راہب نے جواب دیا کہ "اگر تم اس بچے کے باپ ہو تو بے شک اِس دُنیا کے خوش نصیب ترین انسان ہو۔ میں اس بچے کے چہرے میں اُس تحریر کو پڑھ رہا ہوں جو خداوند تعالیٰ نے اس بچے کی قسمت میں روزِ ازل سے لکھی ہے، کیونکہ خالقِ کائنات ایسے بچے صدیوں میں پیدا کرتا ھے، میں اِس بچے کے چہرے پر وہ روشنی دیکھ رہا ہوں جو عظیم الشان بادشاہوں کے خدوخال میں نظر آتی ہے"۔

عیسائی راہب کی بات سن کر نجم الدین پر سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آج تک وہ جس بچے کو اپنے لئے منحوس تصور کرتا تھا وہ آنے والے وقت کا جلیل القدر بادشاہ ہوسکتا ہے۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) بہترین قاری قرآن

ایک بار والیٔ موصل سلطان عمادالدین زنگی نے موصل میں ایک خصوصی محفلِ قرأت آراستہ کی۔ جس میں کمسن بچوں کو تلاوتِ قرآنِ کریم کی دعوت دی گئی۔ شرکائے محفل میں سات سالہ یوسف (صلاح الدین ایوبی) بھی شامل تھا۔ قرأت کی اِس محفل میں علماء کے بچوں نے شرکت کی تھی، صرف یوسف (صلاح الدین ایوبی) ہی ایک سپہ سالار کا بیٹا تھا۔ قرأت کا مقابلہ شروع ہوا تو بچوں نے نہایت خوش الحانی سے آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کی۔ مگر جب یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی باری آئی تو اُس نے اپنی خوبصورت اور پُرکیف آواز سے سلطان عمادالدین زنگی کے ساتھ تمام شرکائے محفل کو رُلا دیا۔ اِس محفلِ قرأت میں موصل کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ یوسف کی آواز میں بے پناہ سوز تھا۔

سلطان عمادالدین زنگی کا یوسف کو دادِ تحسین

محفل کے اختتام پر یوسف (صلاح الدین ایوبی) ہی پہلے انعام کا مستحق قرار پایا۔ سلطان عمادالدین زنگی نے یوسف کو بڑے والہانہ انداز میں اپنے قریب بلایا اور پھر بڑی محبت سے یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر اُس کے بعد نجم الدین ایوب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہارے بیٹے کی آواز میں بڑا سوز ہے، مجھے یقین ہے کہ اِس کے سینے میں بھی اسلام کا درد ہوگا"۔

سلطان نے اس کے بعد یوسف کو اشرفیوں سے بھری ایک تھیلی انعام کے طور پر دی اور اپنے خادمِ خاص سے کہا "میری تلوار لے کر آؤ"، جب تلوار حاضرِ خدمت کی گئی تو سلطان نے اُسے یوسف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تمہارا

خصوصی انعام ہے، ایک قاری کو مجاہد بھی ہونا چاہیے''۔ (سلطان صلاح الدین ایوبی کو جب کبھی یہ واقعہ یاد آتا تو اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے)۔

یوسف کی بزرگوں کی خدمت میں حاضری

یوسف (صلاح الدین ایوبی)، قاضی شہر حضرت ابنِ عرسون کے درس میں شریک ہوتا جس کے نتیجے میں اُس کا شوقِ مطالعہ بڑھتا ہی جاتا اور وہ کہا کرتا تھا ''کتابیں میری دوست ہیں اور کتب خانے کے ایک گوشے میں مجھے سکون ملتا ہے''۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا، یہاں تک کہ یوسف سولہ سال کا ہوگیا۔ مذہبی تعلیم کے ساتھ یوسف کو شعر و شاعری کے ساتھ بھی بہت دلچسپی تھی۔ اس لئے اُس کا طرزِ گفتگو نرم و شیریں اور بڑی حد تک شاعرانہ تھا۔ پھر ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا، جس نے یوسف کی تمام عادتوں کو بدل ڈالا۔

ایک دن یوسف اپنے اُستادِ گرامی قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر تھا کہ سلطانِ وقت، سلطان نور الدین زنگی بھی قاضی ابن عرسون سے ملنے اُن کی درس گاہ تشریف لائے، یوسف کی ظاہری شخصیت نے سلطان کو بہت زیادہ متاثر کیا، شام کے حکمران کے ذہن میں بار بار ایک ہی خیال آتا، کہ یہ کوئی غیر معمولی انسان ہے۔ پھر جب سلطانِ وقت کو یہ معلوم ہوا کہ یہ دلکش شخصیت سپہ سالار نجم الدین ایوب کا بیٹا ہے تو سلطان اور زیادہ خوش ہوا۔

وقتِ رخصت اُنہوں نے یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تم پابندی سے ہمارے دربار میں آیا کرو''۔ پھر یوسف نے سلطان نور الدین زنگی کے دربار سے اپنا رابطہ قائم کرلیا۔ ایک بار سلطان نور الدین زنگی نے بڑی

محبت سے یوسف کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''**میری نظریں جس منظر کو دیکھ رہی ہیں وہ تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہے**''۔

یوسف کو خواب میں جہاد کا غیبی اِشارہ

یوسف مسلسل کئی روز سے ایک ہی خواب دیکھ رہا تھا وہ یہ کہ خود کو ایک عظیم الشان کتب خانہ میں مطالعہ کرتے ہوئے پاتا۔ پھر اچانک کسی گوشے سے ایک نورانی صورت بزرگ تشریف لا کر یوسف سے مخاطب ہوتے ہیں کہ ''تمہیں اس کام کیلئے پیدا نہیں کیا گیا کہ کتابوں کے اوراق میں گم ہو جاؤ، باہر نکل کر دیکھو ملتِ اسلامیہ خون کے سیلاب میں غرق ہو رہی ہے''۔ ایک ہی طرح کا مسلسل خواب آنے پر یوسف اپنے استادِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر اپنا خواب بیان کیا۔ اُستادِ محترم نے پوچھا، یوسف تم نے یہ خواب کسی اور کے سامنے تو بیان نہیں کیا، اُستادِ محترم! پہلے تو میں خود ہی کئی دن تک اس خواب کی تعبیر سمجھنے کی کوشش کرتا رہا، لیکن جب عاجز آ گیا تو آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

یوسف کا جواب سن کر قاضی ابن عرسون نے اپنی آنکھیں بند کرلیں، پھر کچھ دیر کے بعد آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا، ''**تم نے اپنا یہ خواب کسی سے بھی بیان نہیں کرنا، یہ ایک غیبی اشارہ ہے، قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہے، وہ تمہارے ہاتھوں میں قلم کی بجائے شمشیر دیکھنا چاہتی ہے**''۔

میں تمہارے فطری رجحان سے واقف ہوں اور پھر نہایت ہی پُرسوز لہجے میں فرمایا یوسف، آج میں تمہیں امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول

مبارک سناتا ہوں، اس کے ایک ایک حرف کو غور سے سنو اور ہمیشہ کیلئے ذہن نشین کرلو، خلیفہ اوّل نے فرمایا تھا، کہ **"جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ھے ، الله تعالیٰ دُنیا میں اُسے ذلیل و خوار کر دیتا ھے"**

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کرتے ہوئے قاضی ابنِ عرسون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا یوسف! تمہیں یہ راز معلوم ہے، کہ تلوار ہی اسلامی سرحدوں اور کتب خانوں کی حفاظت کرتی ہے، طرابلس کا عظیم کتب خانہ عیسائیوں نے صرف اس لئے جلا کر راکھ کر دیا تھا کہ اُس کی حفاظت کیلئے تلواریں اور سپاہی نہیں تھے اور پھر فرمایا **"یہ تمھارے لئے عظیم خوشخبری ھے کہ تمھیں خواب میں اِس طرح کا حکم دیا گیا ھے"**۔ ہم تو ناکارہ لوگ ہیں اور زندگی بھر ایک گوشے میں پڑے رہے مگر تمہارے سامنے ایک عظیم تر مقصدِ حیات ہے۔

حضرت قاضی ابن عرسون نے یوسف کو مخاطب کرتے ہوئے رقت آمیز لہجے میں کہا "اگر تم کتب خانہ چھوڑ کر میدانِ جنگ کا رُخ نہیں کرو گے تو **الله تبارک و تعالیٰ بے نیاز ھے وہ کسی اور کو منتخب کر لے گا**" پھر جب یوسف قاضی ابن عرسون کی درسگاہ سے اُٹھا تو اُس کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔

اب اُس کی تمام تر توجہ شمشیر زنی، نیزہ بازی اور تیر اندازی پر مرکوز تھی۔ وہ ایک جنونی کی طرح جنگی مشاغل میں مصروف رہتا اور ہر وقت اُس کے ذہن میں قاضی ابن عرسون کے یہ الفاظ گونجتے رہتے کہ "طرابلس کا کتب خانہ عیسائیوں نے صرف اس لئے جلا کر راکھ کر دیا تھا کہ اُس کی حفاظت کیلئے نہ تو تلواریں تھیں اور نہ ہی سپاہی"۔

صلیبیوں کے عزائم اور یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا جواب

ایک بار سلطان نور الدین زنگی نے اپنی فوج کے سربراہ اور سیاسی مشیروں کا ایک خفیہ اجلاس طلب کیا جس میں نوعمر یوسف کو بھی شریک ہونے کی دعوت دی گئی۔ سلطان نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں فرانس اور جرمنی کے شہنشاہوں کے کیا سیاسی عزائم ہو سکتے ہیں؟ سب سے پہلے یوسف کے حقیقی چچا اور سلطان نور الدین زنگی کے معتمدِ خاص اسد الدین شیر کوہ نے عرض کیا، سلطانِ عادل! فرانس اور جرمنی کے شہنشاہ توسیعِ سلطنت کی خواہش میں یورپ کی حدود سے نکل کر کچھ ایشیائی علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے سوا اُن کے کوئی عزائم نظر نہیں آتے۔ اس کے بعد یوسف کے والد نجم الدین ایوب اور دوسرے کئی افسران اور سرداران نے کم وبیش اسی قسم کے خیالات پیش کئے۔

سب سے آخر میں نوعمر یوسف (صلاح الدین ایوبی) اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور والی شام کی خدمت میں عرض کیا، سلطانِ ذیشان! میں شہنشاہِ جرمنی اور شہنشاہِ فرانس کی لشکر کشی کو محض ہوسِ ملک گیری نہیں سمجھتا، در پردہ اُن کے مذہبی عزائم بھی ہیں۔ درباری امراء نے بڑی حیرت سے اِس نوجوان کو دیکھا جو عمر رسیدہ اور جہاندیدہ سرداروں کی رائے سے اختلاف کر رہا تھا۔ خود سلطان نور الدین زنگی بھی یوسف کے اِن خیالات پر متعجب ہوا اور کہا یوسف! تم اپنی بات کو ثابت کرنے کیلئے کوئی مضبوط دلیل پیش کر سکتے ہو۔

یوسف نے جواب دیتے ہوئے کہا، کہ میں کچھ دن پہلے اپنے اُستادِ محترم قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر تھا اور میں نے اُن سے سوال کیا حضرت! یہودو

نصاریٰ بھی ہماری طرح اہلِ کتاب ہیں، ہم اُن کے رسولوں پر صدقِ دل سے گواہی دیتے ہیں اور اُس شہادت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں مگر یہود و نصاریٰ ہمارے رسول کریم ﷺ کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟ میرے اس سوال کے جواب میں اُستادِ محترم نے فرمایا، حق تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں یہودیوں کی فطرت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”تم تو ہمیشہ عہد کر کے توڑ دینے والے ہو“، پھر ایک اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ ”یہود و نصاریٰ تمہارے دوست ہو ہی نہیں سکتے اور جو تم میں سے اُن کا دوست ہے وہ اہل ایمان میں سے نہیں“۔ یوسف نے سلطانِ عادل کو عرض کیا کہ میں اسی بنیاد پر کہتا ہوں کہ شہنشاہِ جرمنی و فرانس ہوسِ ملک گیری کے علاوہ کچھ اور عزائم بھی رکھتے ہیں، اُن کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا ہے۔ سلطان نورالدین زنگی نے یوسف کے اِن خیالات کی بہت تعریف کی اور اپنے جاسوسوں کو حکم دیا کہ وہ صورتِ حال پر گہری نظر رکھیں۔

یوسف کی بطورِ سپاہی جنگ میں شرکت

وزیر معین الدین، دمشق کے پُرجوش عوام اور علماء کی مدد سے کئی ماہ تک صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتا رہا، اس دوران عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان کئی خونریز جھڑپیں ہوئیں۔ صلیبی لشکر جو کئی لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھا، اُس کے مقابلہ میں مسلمان فوجیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ پھر جب ایک دن صلیبی فوج شہر کے قریب تک پہنچ گئی تو وزیر معین الدین کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی مدد کیلئے والی موصل اور والی شام سے درخواست کرے۔ سیف الدین غازی نے بلا تاخیر ایک لشکرِ جرار

لے کر دمشق کی طرف اور دوسری طرف سے سلطان نورالدین زنگی نے اپنے جانباز سپاہیوں کے ساتھ دمشق کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب یوسف نے ایک سپاہی کی حیثیت سے اس لشکر میں شرکت کی۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا اوّلین جنگی کارنامہ

”حصنِ عریمہ“ کے قلعہ کی فصیل جب اُڑ گئی تو اہلِ ایمان نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اُندلس کا جنونی صلیبی شہزادہ ”گارنیٹ“ قلعے سے نکل کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مگر اُس وقت اُس کے خوف کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے اپنے پیچھے دوسرے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ گارنیٹ نے جب پلٹ کر دیکھا تو ایک مسلمان شہ سوار اُس کا تعاقب کر رہا تھا اور گرج دار آواز میں گارنیٹ سے کہا، اگر تم خود کو میرے حوالے کر دو تو میں اپنے امیر کی طرف سے تمہاری جاں بخشی کا اعلان کرتا ہوں۔ جواب نہ آنے پر تعاقب میں آنے والے مسلم شہسوار نے اپنی شمشیر کے بھرپور وار سے اُس کے گھوڑے کی پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں اور شہزادہ گارنیٹ نیچے آ گرا۔

اُندلس کا شہزادہ برق رفتاری کے ساتھ اُٹھا اور اپنے تعاقب کرنے والے پر بھرپور وار کر دیا۔ جسے مسلم شہسوار نے نہایت چابک دستی سے روکا، پھر کچھ دیر تک دونوں آپس میں برسرِ پیکار رہے۔ اس کے نتیجہ میں شہزادہ اُندلس کے ہاتھ پر شدید زخم آیا جس سے اُس کا زخمی ہاتھ اب شمشیر اُٹھانے کے قابل نہ رہا۔ پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ مسلم شہسوار اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار تھا اور اُندلس کا جنونی صلیبی شہزادہ گارنیٹ گھوڑے کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا۔

تمام صلیبی سپاہیوں کو پابہ زنجیر کرنے کے بعد شہزادہ گارنیٹ کی تلاش شروع ہوئی۔ سلطان نور الدین زنگی کو بتایا گیا کہ وہ کسی خفیہ راستے سے فرار ہو چکا ہے۔ جس پر سلطانِ عادل نے فوری حکم نامہ جاری کیا کہ برق رفتار شہسواروں کا ایک دستہ مختلف راستوں پر نکل جائے اور شہزادہ گارنیٹ کو زندہ گرفتار کر کے سرِ دربار پیش کیا جائے۔ ابھی برق رفتار شہسوار نکلنے ہی والے تھے کہ شہزادہ گارنیٹ ایک مسلم سپاہی کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا۔ سلطان نور الدین زنگی کے ہونٹوں پر فاتحانہ تبسم اُبھر آیا۔ یہ تبسم شہزادہ گارنیٹ کی اسیری پر بھی تھا اور اس شہسوار پر بھی جو اس جنونی صلیبی کو گرفتار کر کے لایا تھا۔ یہ مسلم شہسوار کوئی اور نہیں تھا، سلطان نور الدین زنگی کا مصاحبِ خاص یوسف (صلاح الدین ایوبی) تھا۔

یوسف کا دوسرا اہم جنگی کارنامہ

سلطان نور الدین زنگی کا دربار آراستہ تھا۔ اسد الدین شیر کوہ اور یوسف (صلاح الدین ایوبی) اِس خوشخبری کے ساتھ داخل ہوئے کہ "حران" میں عیسائیوں کی فتنہ پردازیوں کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ اتنی بڑی خبر تھی کہ سلطانِ عادل شدتِ جذبات میں تخت سے نیچے اُتر آیا اور اسد الدین شیر کوہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر یوسف (صلاح الدین ایوبی) کے ماتھے کو چوما، جس پر شمشیر کے کئی زخم نمایاں تھے۔

یوسف (صلاح الدین ایوبی) کا احترام بطورِ مردِ مجاہد

دمشق سے حلب پہنچنے کے بعد یوسف سب سے پہلے اپنی والدہ کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ پھر اپنے استادِ گرامی حضرت قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر ہوا، جیسے ہی وہ اپنے استادِ گرامی کی درس گاہ میں داخل ہوا تو قاضی ابن عرسون اپنی

نشست پر کھڑے ہو گئے، جس پر یوسف کو اپنے استادِ گرامی کے اس عمل پر بڑا تعجب ہوا کیونکہ حضرت قاضی صاحب صرف سلطان نور الدین زنگی کے علاوہ کسی بھی شخصیت کے احترام میں کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔ پھر یوسف کو مسند پر اپنے قریب بٹھایا، اور حاضرین کو نہایت اثر انگیز لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اپنے شاگرد یوسف (صلاح الدین ایوبی) کے احترام میں نہیں، بلکہ ایک مردِ مجاہد کے احترام میں کھڑا ہوا تھا، ہم تو یہاں بیٹھے کتابوں کے اوراق اُلٹتے رہتے ہیں اور یہ مجاہدین کفار کی صفوں کو اُلٹتے رہتے ہیں"۔ اس کے بعد قاضی ابن عرسون نے حاضرین کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی ایک حدیثِ مبارکہ سنائی کہ "اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت میں پہرہ دینے والے مردِ مجاہد کی ایک رات، گوشہ نشین زاہدوں کی سو سالہ عبادت سے بہتر ہے"۔

ایک بار سلطان نور الدین زنگی پر بیماری کا سخت حملہ ہوا اور سلطانِ عادل چلنے پھرنے میں بھی دقت محسوس کرنے لگے۔ اسد الدین شیر کوہ اور یوسف (صلاح الدین ایوبی) نے سلطان کے حکم پر غریبوں اور محتاجوں میں صدقات تقسیم کرنے کے بعد سلطان کے کمرۂ خاص میں داخل ہوئے، اپنے سپہ سالار اور معتمدِ خاص کو دیکھ کر سلطان اُٹھ کر بیٹھ گئے اور نہایت پُر کیف انداز میں فرمایا، مجھ ناتواں کو جس قدر فتوحات حاصل ہوئی ہیں، وہ سب اُسی قادرِ مطلق کے رحم و کرم کا صدقہ تھیں۔ اب تو بس ایک ہی آرزو ہے کہ بیت المقدس میں حاضر ہو کر خطبہ دوں اور اپنے اللہ کی کبریائی بیان کرتا ہوا رخصت ہو جاؤں۔ پھر اپنے دونوں معتمدِ خاص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم مستعدی کے ساتھ اپنی سرحدوں کی نگرانی کرو اور سختی کے ساتھ بندگانِ خدا کے حقوق ادا کرتے رہو۔

یوسف بطور والئ مصر اور الملک الناصر کا خطاب

وزیراعظم مصر "شاور" نے فاطمی خلیفہ عاضد کو قتل کر کے مصر کا خودمختار حکمران بننے کی منصوبہ بندی کا آغاز کیا تو خلیفہ عاضد نے سلطان نورالدین زنگی کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا واسطہ دے کر اپنی مدد اور مصر کو صلیبیوں سے نجات دلانے کیلئے پکارا۔ سلطان نورالدین زنگی نے فوراً اسدالدین شیرکوہ اور یوسف کو ایک لشکرِ جرار کے ساتھ مصر روانہ کیا۔ شیرکوہ اور یوسف نے بڑی جانبازی سے جنگ کی اور صلیبی فوج کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر غدارِ ملت شاور کی طرف متوجہ ہوئے۔ شاور، مصر سے فرار ہونے میں تقریباً کامیاب ہو چکا تھا، مگر یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی شہہ سواری کام آئی اور یوسف نے شاور کو زندہ گرفتار کر کے مصری امیر عزُ الدین کے سامنے پیش کر دیا اور عزُ الدین نے ایک لمحے کی تاخیر بغیر شاور کا سر کاٹ کر ایک بڑے طشت میں رکھ کر نذر کے طور پر فاطمی خلیفہ عاضد کی خدمت میں پیش کر دیا۔

شاور کے قتل کی خوشی میں خلیفہ عاضد نے ایک عظیم الشان جشن کا اہتمام کیا، جس کے اختتام پر اسدالدین شیرکوہ کو مصر کا والی (وزیراعظم) مقرر کر دیا۔ سلطان نور الدین زنگی اس تقرری سے بے حد خوش ہوئے، مگر یہ وزارت نہایت قلیل مدت کیلئے تھی کیونکہ دو ماہ بعد ہی خناق کی شدید بیماری میں اسدالدین شیرکوہ اس دنیا کو خیرآباد کہہ گئے۔

اسدالدین شیرکوہ کے انتقال کی خبر جب شام پہنچی تو کچھ دیر کیلئے سلطان نور الدین زنگی پر سکوت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر اپنے سپہ سالارِ اعظم کو یاد کر کے کئی دن تک روتے رہے اور کہا کرتے تھے کہ اب ایسے وفادار دوست شاید ہی نظر آئیں۔ وہ

میرا دستِ بازو تھا۔ حق تعالیٰ اُس کی مغفرت کرے اور مجھے صبر جمیل عطا فرمائے۔

اسدالدین شیرکوہ کی وفات کے چند دن بعد خلیفہ عاضد نے نوجوان یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو مصر کا نیا والی (وزیراعظم) مقرر کر دیا اور دوسرے دن خلیفہ نے وزارت عظمیٰ کا فرمان جاری کرنے کے ساتھ یوسف (صلاح الدین ایوبی) کو تحفے میں جواہر دار ایک شمشیر پیش کی اور دیگر تحائف میں ایک نایاب ہار، زرد رنگ کا ایک انتہائی تیز رفتار گھوڑا، سونے کے تاروں سے بنا ہوا ایک جبہ اور ایک عمامہ شامل تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک اعلیٰ اعزاز "الملک الناصر" کا خطاب بھی دیا۔

مخلوقِ خدا کی خدمت کا جذبہ

وزارتِ عظمیٰ کا منصب سنبھالنے کے بعد یوسف (صلاح الدین ایوبی) کی زبان پر ہمیشہ یہ کلمات ہوتے، اے اللہ! "میں تیری بخشی ہوئی نصرت پر یقین رکھتا ہوں تو مجھے اپنے غمزدہ بندوں کی خدمت کا موقع عطا فرما اور مجھے اس اجنبی دیار میں بے یار و مددگار نہ چھوڑ، کہ ہم عاجز بندوں کا تیرے سوا کوئی سہارا نہیں"۔

دوسرے دن والئ مصر قاہرہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوا، کچھ دن پہلے والئ مصر نے اِسی علاقہ سے شاور جیسے غدارِ ملت کو گرفتار کر کے عبرت ناک انجام تک پہنچایا تھا۔ والی مصر بہت دیر تک حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر رہا، پھر یوں دُعا مانگی، "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے بے پناہ فضل و کرم کا سوال کرتا ہوں، اگر میں مصر میں موجود فتنہ گروں پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تو گمراہوں کی اِس سرزمین میں تیرا حقیقی دین نافذ کر کے چھوڑوں گا"۔ مصر میں شافعی مسلک پر عمل کرنے والوں کی اکثریت تھی مگر باطنیوں (فرقہ) نے برسرِ اقتدار آ کر

چاروں مسالک کے ماننے والوں کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔

اسی رات والئ مصر نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا کہ وہ ایک لق ودق صحرا میں اکیلا کھڑا ہے۔ دور دور تک نہ کوئی انسان نظر آتا ہے، نہ کوئی درخت، نہ کوئی چشمہ، والئ مصر حیران وپریشان کھڑا ہے کہ وہ کس سے راستہ پوچھے اور کہاں جائے؟ یکا یک اُسے ایک پُر جلال آواز سنائی دی جس کی گرج سے پورا صحرا گونجنے لگا۔ ''اگر تو ہدایت چاہتا ہے تو مخلوقِ خدا کی خدمت کر، تجھے راستہ خود مل جائے گا''۔ والئ مصر اس آواز کی گونج سے جاگ اُٹھا، اُس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی، اُس نے وضو کیا اور مالکِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔

والئ مصر یوسف کا اہم خطاب

وزیرِ اعظم مصر نے اپنا منصب سنبھالنے کے بعد تمام مصری فوج کو ایک میدان میں جمع کر کے اثر انگیز تقریر کی۔ ''لائق احترام ہے وہ مجاہد جو ملکی سرحدوں کی حفاظت کیلئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں، میں اُن تمام جانبازوں کو سلام پیش کرتا ہوں، مجھے اندازہ ہے کہ میرے سپاہیوں کے ہاتھ کتنے تنگ ہیں؟ اور اُن کی ضرورتیں کتنی زیادہ ہیں؟ میں جانباز سپاہیوں کی قربانیوں کا صلہ دینے کیلئے اپنے گھر سے ابتداء کرتا ہوں۔ میرے چچا اسد الدین شیر کوہ کے جمع خزانے کو فوجیوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ مصر کے باقی امراء بھی آگے بڑھیں اور شہید ہو جانے والے سپاہیوں کے گھر والوں کی کفالت کریں۔ نوجوانوں کو میں فوج میں شامل ہونے کی پُر زور دعوت دیتا ہوں۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن صلیبی ہیں۔ اگر اسد الدین شیر کوہ اپنی جان پر کھیل کر عیسائیوں کا مقابلہ نہ کرتے تو اب تک مصر پر شاہِ یروشلم کا قبضہ ہو چکا ہوتا''۔

والئ مصر کی اس جذباتی تقریر نے پورے مصر میں آگ لگا دی۔ خلیفہ عاضد کی ساری باقاعدہ فوج والئ مصر کے ہمنوا ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہزاروں جوان فوج میں بھرتی ہوتے چلے گئے۔ ان نوجوانوں کا چاروں مسالک سے تعلق تھا جنہیں باطنیوں نے ایک طویل عرصہ سے دبا رکھا تھا۔ آج والئ مصر نے اُنہیں ایک نیا حوصلہ بخشا تھا اور پھر انتہائی مختصر عرصہ میں والئ مصر کے گرد جانثاروں کی ایک بڑی تعداد جمع ہو گئی۔

فرقہ باطنیہ کا قلع قمع

سرزمینِ مصر پر باطنیوں کا بڑا زور شور تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم اور والئ مصر کی دن رات کوششوں کے نتیجے میں اس فرقہ باطنیہ کا کام تمام کر دیا گیا اور والئ مصر نے خود اپنے ہاتھ سے ''باربک'' پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ جس سے اُس کی گردن کٹ کے گر پڑی۔ جب یہ خبر سلطان نور الدین زنگی کو پہنچی تو سلطانِ عادل نے اپنے ایک معتمد کے ہاتھ والئ مصر کو قیمتی تحائف کے ساتھ ایک خط بھی ارسال کیا کہ ''حق تعالیٰ تمہیں جزائے عظیم عطا کرے کہ تم نے مصر کی سرزمین سے ایک فتنہ عظیم کی جڑیں اُکھاڑ پھینکیں، اب تم پر لازم ہے کہ عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ جاری کرو اور خطبے سے خلیفہ عاضد کا نام خارج کر دو۔

خلیفۂ بغداد کا خطبہ اور فاطمی خلافت کا خاتمہ

567ھ محرم کا مہینہ تھا۔ قاہرہ کی جامع مسجد میں تمام امراء نمازِ جمعہ کیلئے موجود تھے۔ امیرُ العالم منبر پر تشریف لائے اور پُر سوز لہجے میں حمد ونعت پڑھی۔ اُس کے بعد عباسی خلیفہ کی درازئ عمر اور بلند اقبالی کیلئے انتہائی مؤثر دُعا کی۔ اس کے بعد والئ مصر نے سرکاری طور پر یہ حکم جاری کر دیا کہ ''ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کیلئے ضروری

ہے کہ تمام ریاستیں ایک ہی خلیفہ کے زیرِ اثر ہوں، آج میں اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا دل اور ہماری دُعائیں امیر المؤمنین مستعضی بأمر اللہ کے ساتھ ہیں"۔

اگلے جمعۃ المبارک کو مصر کی تمام مسجدوں میں عباسی خلیفہ کا خطبہ زور و شور سے پڑھا جانے لگا۔ دو دن بعد اِس خبر کے صدمے سے خلیفہ عاضد کا انتقال ہوگیا اور دو سو سال بعد مصر میں فاطمی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔

مصری عوام کا والیٔ مصر کو "صلاح الدین" کا لقب

خلیفہ عاضد کا خزانہ قیمتی جواہرات اور سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا۔ والیٔ مصر (صلاح الدین ایوبی) نے یہ ساری دولت اپنی فوج اور مصر کے غریب باشندوں میں تقسیم کردی۔ اُس کے اِس عمل سے عوام اتنی خوش ہوئی کہ جوشِ مسرت سے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ہزاروں لوگ قصرِ خلافت کے دروازوں پر جمع ہوگئے اور گردو نواح کا پورا علاقہ اِس پُر زور آواز سے گونج رہا تھا۔

صلاح الدین !
اللہ ہمارے سروں پر تیرا سایہ تا دیر قائم رکھے۔

اِس دن سے نجم الدین ایوب کا بیٹا "یوسف" صلاح الدین کے لقب سے مشہور ہوا اور پھر مصری عوام کا دیا ہوا یہ خطاب دُنیا میں شہرتِ دوام حاصل کرگیا۔ کچھ دن بعد والیٔ مصر صلاح الدین نے اپنے والد کی نسبت کو بھی اپنے نام کا حصہ بنالیا۔ سرکاری احکام جاری کرنے کیلئے جو مہر بنوائی گئی تھی۔

اُس پر "**صلاح الدین ایوبی**" کندہ تھا۔

صلاح الدین ایوبی کی اپنی والدہ کی خدمت میں حاضری

جب والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی نے مصر پر مکمل اقتدار حاصل کرلیا تو اچانک اُسے اپنی والدہ کی بیماری کی خبر ملی، جو شام میں موجود تھیں اور جنہیں طبیبوں نے جواب دے دیا تھا اور اکثر روتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ "اے مالک! بس مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں اپنے بیٹے یوسف کو دیکھ لوں اور پھر تیری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں"۔ صلاح الدین ایوبی اپنے چھوٹے بھائی ملک عادل کے ہمراہ شام روانہ ہوا اور جب والدۂ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُنہیں دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اُن میں اب اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ اُٹھ کر بیٹھ سکتیں۔ صلاح الدین ایوبی نے جھک کر ماں کی پیشانی کو بوسہ دیا، ماں نے اُسے ڈھیروں دُعاؤں سے نوازا۔

والیٔ مصر کی اپنے استادِ گرامی کی خدمت میں حاضری

صلاح الدین ایوبی اپنی والدہ کی پریشانی کے عالم میں اپنے استادِ گرامی قاضی ابن عرسون کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اُس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ اِس پر صلاح الدین نے اپنے اُستاد کے سامنے اپنے ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا۔ جس پر اُنہوں نے فرمایا "میرے محبوب بیٹے! نور تو بس اُس ذاتِ واحد کا ہے جو ابد تک جاری رہے گا، باقی ہر شے کو ایک دن بے نور ہو جانا ہے۔ میں تو دنیا کا ایک انتہائی خوش نصیب انسان ہوں کہ میری آنکھوں کی روشنی تمھیں مل گئی ھے"۔ صلاح الدین ایوبی نے نہایت عاجزانہ لہجے میں درخواست کی کہ "حضرت اگر آپ میرے ہمراہ مصر تشریف لے چلیں تو یہ میرے لئے بڑی سعادت ہوگی، اِس طرح میں کچھ آپ کی خدمت بھی کرسکوں گا اور دُعائیں بھی ملتی رہیں گے"۔ اُستادِ گرامی نے

جواب دیا، ''دُعاؤں کیلئے قربت کی ضرورت نہیں ہوتی، میرے نزدیک شام اور مصر میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ اِس وقت میرے اور تمہارے درمیان ہے''۔ پھر صلاح الدین ایوبی نے اپنی والدہ محترمہ کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی صحت کیلئے دُعا کی درخواست کی۔ والیٔ مصر کی یہ مجبوری تھی کہ وہ زیادہ دن اپنی مملکت سے دور نہیں رہ سکتا تھا، مجبوراً اُس نے والدہ سے اجازت لی اور کہا کہ آپ انشاءاللہ جلد شفایاب ہو جائیں گی اور میں آپ کو اپنے پاس مصر بلوالوں گا۔

والیٔ مصر کا دمشق میں پُر جوش استقبال

صلاح الدین ایوبی اپنی والدہ سے رخصت ہو کر دمشق پہنچا تا کہ سلطان نور الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ سلطانِ عادل نے فاتح مصر کا ایسا شاندار استقبال کیا کہ حاضرین نے اِس سے پہلے کبھی بھی ایسا منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ سلطان نور الدین زنگی نے قصرِ خلافت کے دروازے پر صلاح الدین کو خوش آمدید کو کہا اور جوشِ جذبات میں بے اختیار صلاح الدین کی پیشانی کو بوسہ دیا، پھر کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے دربار تک لائے اور اپنے برابر بٹھایا۔

سلطانِ شام کا والیٔ مصر سے ایک حلف

سلطان نور الدین زنگی نے صلاح الدین ایوبی کو اپنے مخصوص کمرے میں لے گئے، یہ وہی کمرہ تھا جس میں سلطانِ عادل نے ایک انتہائی خوبصورت منبر رکھا تھا، جس کی تیاری پر ہزاروں دینار خرچ کئے تھے اور حلب اور دمشق کے ماہر کاریگروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ ''اپنا سارا ھنر اِس منبر کے نقش و نگار بنانے پر ختم کر دیں''۔

سلطان نورالدین زنگی نے انتہائی جذباتی اور پُر سوز لہجے میں کہا، ''صلاح الدین! تم یہ منبر دیکھ رہے ہو'' حق تعالیٰ نے مجھ عاجز بندے کو اپنے درِ رحمت سے سب کچھ عطا کیا ہے، بس ایک آخری خواہش رہ گئی ہے کہ میری آنکھیں اُس وقت بند ہوں جب بیت المقدس فتح ہو چکا ہو اور پھر میں اس منبر پر کھڑے ہو کر اہلِ ایمان سے خطاب کروں، چاہے اُسی خطبے کے دوران مجھے موت ہی کیوں نہ آ جائے۔ یہ کہتے کہتے سلطان عادل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا، آپ سلطانِ عادل ہیں، حق تعالیٰ آپ کی یہ خواہش بھی پوری کرے گا۔ یہ جذباتی منظر دیکھ کر صلاح الدین ایوبی کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔

خلافِ توقع آج سلطان نورالدین زنگی کا لہجہ بہت اُداس تھا۔ فرمایا، ''یہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، اگر وہ منظر دیکھنے سے پہلے میری آنکھیں بند ہو جائیں اور میں زیرِ خاک سو جاؤں تو تم اپنی آنکھیں کھلی رکھنا اور اُس وقت تک جاگتے رہنا جب تک عیسائیوں کا آخری آدمی بھی اِس ارضِ مقدس کی حدود سے باہر نہ نکل جائے، بس یہی میری آخری وصیت اور نصیحت ہے، جہاد، جہاد اور جہاد، انصاف، انصاف اور صرف انصاف''۔

سلطانِ شام کی والیٔ مصر سے الوداعی ملاقات

اہلِ دمشق نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر پہلی بار دیکھا کہ سلطان نور الدین زنگی اپنے تمام امراء کے ساتھ صلاح الدین کو رخصت کرنے کیلئے شہرِ دمشق کی سرحد تک آئے۔ پھر گھوڑے سے اُتر کر صلاح الدین سے بڑے والہانہ انداز میں گلے ملے اور اُس کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے نہایت جذباتی لہجے میں بولے، ''تم اھلِ

"ایمان کا سرمایہ ہو، اللہ تمہاری حفاظت کرے"۔ پھر سلطانِ عادل اُس وقت تک کھڑے رہے جب تک صلاح الدین اور اُس کا فوجی دستہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ (سلطان نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی یہ ظاہری آخری ملاقات تھی)۔

والئ مصر کے والد کا انتقال

والئ مصر صلاح الدین ایوبی دمشق سے رخصت ہو کر مصر پہنچے اور عسقلان، رملہ اور ایلہ پر فتح حاصل کی، جس پر خلیفۂ بغداد اور سلطان نور الدین زنگی کی طرف سے مبارکبادی کے خطوط کے ہمراہ قیمتی تحائف بھی ارسال کئے گئے۔ اسی عرصہ میں صلاح الدین ایوبی کی والدہ بھی مصر پہنچ چکی تھیں۔ سلطان نور الدین زنگی کے حکم پر صلاح الدین ایوبی نے "کرک" پر لشکر کشی کی اور اُس کا محاصرہ کر لیا، لیکن اِسی محاصرہ کے دوران صلاح الدین ایوبی کو ایک انتہائی افسوسناک خبر ملی کہ اُس کا والد نجم الدین ایوب گھوڑے سے گر کر انتقال کر گیا ہے۔ صلاح الدین ایوبی نے دمشق میں سلطان نور الدین زنگی کو اطلاع دیتے ہوئے خود طوفانی رفتار سے قاہرہ کی طرف روانہ ہوا۔ بس اُسے ایک ہی فکر تھی کہ وہ کسی طرح اپنے والد کا آخری دیدار کر لے۔ صلاح الدین ایوبی جس وقت قاہرہ پہنچا تو اُس کے والدِ مرحوم کا جنازہ قبرستان لے جایا جا رہا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے کفن ہٹا کر اپنے والد کا چہرہ دیکھا، اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک طوفان تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ نجم الدین ایوب کی موت خود صلاح الدین ہی کیلئے نہیں بلکہ سلطان نور الدین زنگی کیلئے بھی ایک بڑا المناک حادثہ تھا، کیونکہ نجم الدین ایک انتہائی بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار تھا۔

سلطان نور الدین زنگی کا انتقال

شوال 569 ہجری کے آخری ایام میں سلطان نور الدین زنگی کے گلے میں ہلکی سی تکلیف ہوئی جو بڑھتے بڑھتے خناق کی شکل اختیار کر گئی۔ طبیبوں نے مجرب ترین نسخے تجویز کیے، مگر کوئی دوا مرض الموت کو نہ ٹال سکی۔ سلطان کے امراء و وزراء اُس کے اِردگرد جمع تھے۔ سلطان شام کی سانس رُک رُک کر آ رہی تھی اور ساتھ وہ کچھ کہہ بھی رہے تھے۔ فوراً امراء جھک گئے اور سلطان کی بات سننے کی کوشش کرنے لگے جو کہہ رہے تھے "الوداع میرے دوستو، الفراق میرے ساتھیو"۔ تمام امراء کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

آج اسلام کا ایک عظیم مجاہد دنیا سے رخصت ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سلطانِ عادل نے ایک بار پھر آنکھیں کھولیں، اور اسی طرح آپ کے ہونٹوں کو بھی جنبش ہوئی، امراء نے فوراً ہی جھک کر کان لگا لئے جو اُس وقت یہ کہہ رہے تھے،

"صلاح الدین......کو میرا......سلام......پہنچا دینا......اور اُسے......
اُس کا......وعدہ یاد......دلا دینا......"

اس کے بعد سلطانِ عادل نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

سلطان کی وفات کی خبر سن کر دمشق میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ لوگ گریہ زاری کرتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ اس مردِ مجاہد کا جنازہ میدانِ اخضر میں رکھا گیا۔ اہلِ دمشق روتے ہوئے آتے اور نمازِ جنازہ پڑھ کر میدان سے باہر نکل جاتے تاکہ دوسرے لوگ بھی جنازہ پڑھ سکیں۔ اس طرح ہزاروں اہلِ ایمان نے سلطانِ شام سلطان نور الدین زنگی کی نمازِ جنازہ کئی بار پڑھی۔ پھر اس عظیم مجاہد کو

"مدرسۂ نوریہ" میں سپردِ خاک کر دیا گیا، جسے اُنہوں نے اپنی نگرانی میں تعمیر کروایا تھا، جہاں پر سینکڑوں طالب علم حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

سلطان نورالدین زنگی کے وصال کی خبر جب مصر پہنچی تو والیٔ مصر اُس وقت دربار میں اپنے وزراء سے خطاب کر رہا تھا، یہ خبر سنتے ہی والیٔ مصر پر سکتہ طاری ہو گیا، پھر وہ تخت سے اُٹھا، حاضرین نے دیکھا کہ وہ زار وقطار رو رہا تھا اور بار بار یہ کہہ رہا تھا "میرے آقا.......... میرے سردار.......... اللہ تبارک وتعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کریں"۔ بعض امراء جو سلطانِ عادل کے مقام کو سمجھتے تھے وہ بھی اس طرح رونے لگے، جیسے اُن کا باپ اُن سے بچھڑ گیا ہو۔ سلطان نورالدین زنگی نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ، ایک لڑکی اور ایک لڑکا ملک صالح اسماعیل جس کی عمر صرف گیارہ سال تھی، چھوڑے۔

سلطان نورالدین زنگی کے وصال کے بعد صلاح الدین ایوبی نے فوراً مصر کی تمام مساجد میں ملک صالح کا خطبہ جاری کروا دیا اور ٹیکسال میں فوری طور پر ایک نیا سکہ ڈھلوایا جس پر ملک صالح کا نام نمایاں طور پر کندہ تھا۔ پھر والیٔ مصر نے دمشق جانے کی تیاری شروع کی اور ایک فوجی دستے کے ساتھ برق رفتاری کے ساتھ دمشق پہنچا۔ سب سے پہلے سیدھا حرم سرا میں سلطان کی بیوہ کے پاس تعزیت کیلئے پہنچا، صلاح الدین، سلطانِ عادل کے گھر کے ایک فرد کی طرح تھا۔

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی ایک بیٹے کی طرح اُن کے سامنے جھک گیا اور زار وقطار رونے لگا۔ سلطان کی بیوہ نے مادرانہ شفقت کے ساتھ اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور خود بھی رونے لگیں۔

سلطان ملک صالح کی رسمِ تخت نشینی

دوسرے دن عجیب منظر تھا جب گیارہ سالہ سلطان ملک صالح دربار میں داخل ہوا، اُس کے پیچھے والیٔ مصر تھا اور بعد میں دوسرے امراء تھے۔ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی نے جھک کر ملک صالح کو تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب ملک صالح تخت پر بیٹھ گیا، تو والیٔ مصر نے دائیں جانب دست بستہ کھڑے ہو کر حاضرین دربار سے خطاب کیا، اُس کے آنسو بہہ رہے تھے، اور آواز شدتِ جذبات سے بھری ہوئی تھی۔

> "آج ہم اہلِ درد کیلئے یہ سب سے زیادہ جاں گداز گھڑی ہے کہ سلطانِ عادل ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، مگر پھر بھی یہ مقامِ شکر ہے کہ ہم آقا زادے سلطان ملک صالح کی شکل میں اپنے مرحوم آقا کو دیکھ رہے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ آقا کی یہ نشانی تا دیر سلامت رہے اور پرچمِ نوری کے سائے میں تمام ملتِ اسلامیہ متحد ہو جائے.........."

خطاب کے اختتام پر والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی نے اپنی تلوار ملک صالح کے قدموں میں رکھ دی اور جھک کر نئے سلطان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پورا دربار آفرین اور مرحبا کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ سلطان کی بیوہ بھی پردہ کے پیچھے اپنے نوعمر بیٹے کی تخت نشینی کی رسم دیکھ رہی تھیں۔ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کی اثر انگیز تقریر سن کر اُن کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے اور صلاح الدین ایوبی کو دُعائیں دیں کہ اللہ تمہاری حفاظت کرے، تم نے وفاداری کا حق ادا کر دیا۔

سلطان نورالدین زنگی کے وصال کو ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ملتِ اسلامیہ کی بنیادوں میں گہرے شگاف پڑنا شروع ہو گئے۔ تمام عیسائی ایک بار پھر بڑی

معرکہ آرائی کیلئے جمع ہونا شروع ہو گئے اور شام کے سرحدی علاقے بانیاس پر حملہ کر دیا اور شام کے کچھ غدار امراء نے عیسائیوں سے صلح قائم کر لی اور والئ مصر صلاح الدین ایوبی کے خلاف اتحاد قائم کر لیا۔ اِس تکلیف دہ خبر کو سن کر والئ مصر حضرت قاضی امام شرف الدین بن ابی عصرون کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ وہی امام ہیں جو اُس وقت اسلامی دنیا کے سب سے بڑے عالم اور انتہائی عابد و زاہد انسان تھے۔ سلطان نور الدین زنگی بھی اُن کے احترام میں تخت سے نیچے اُتر آتے تھے اور اُس وقت تک تخت پر نہ بیٹھتے تھے جب تک امام صاحب تشریف فرما نہ ہو جاتے۔ جب والئ مصر نے خلیفہ عاضد کے اقتدار کا خاتمہ کر کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھوایا تھا تو سلطان نور الدین زنگی نے امام شرف الدین سے بڑے عاجزانہ لہجے میں درخواست کی تھی کہ وہ مصر کا منصب قضاء قبول فرما لیں۔ والئ مصر نے اُنہی کی رہنمائی میں مصر کے طویل و عریض قید خانے کو "مدرسۂ شافعیہ" اور مشہور عشرت کدے "دار الغزل" کو "مدرسۂ مالکیہ" میں تبدیل کر دیا تھا۔

قاضئ مصر کا فتویٰ

والئ مصر صلاح الدین ایوبی، امام شرف الدین کے سامنے بیٹھا عرض کر رہا تھا کہ شامی اور عیسائیوں کی صلح کا ایک ہی مطلب ہے کہ شام اور مصر الگ الگ ہو جائیں۔ یہ خبر سن کر امام بھی بہت زیادہ پریشان ہوئے اور فرمایا کہ "فاسد خون کو جسم سے نکالنا ہی پڑے گا ورنہ ایک دن سارا بدن سڑ جائے گا اور اگر کوئی منطقی دلیل کام نہ کرے تو شمشیر کی زبان میں بات کرو کیونکہ اگر کوئی مسلمان شراب نوشی کرتے ہوئے پکڑا جائے تو اُسے سرِ عام کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے، اِس صورت حال میں سزا دینے

والے بھی مسلمان ہوتے ہیں اور سزا یافتہ بھی کلمہ گو ہوتے ہیں"۔ پھر صلاح الدین ایوبی جب امام شرف الدین کی درسگاہ سے نکلنے لگا تو امام صاحب اُسے رخصت کرنے کیلئے دروازے تک آئے اور آخری ہدایت کے طور پر فرمایا "تم اِن ساری باتوں کو میرا فتویٰ سمجھو، اگر میری کم علمی کے سبب یہ فتویٰ غلط اور ناقص ہے تو قیامت کے دِن اُس کا عذاب میری ہی گردن پر ہوگا اور حق تعالیٰ کے سامنے تم بری الذمہ قرار پاؤ گے۔ میری دُعائیں اُس وقت تک تمہارے ساتھ رہیں گی جب تک تم حق پر قائم رہو گے"۔

دمشق کے بعض سازشی، منافق اور ہوس پرست امراء و وزراء نے اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کیلئے سلطان ملک صالح کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ صلاح الدین کیلئے یہ صورتحال سنگین ہوتی جا رہی تھی اور اب اُس کیلئے ناگزیر ہو گیا تھا کہ وہ مصر سے کوچ کر کے براہِ راست دمشق پہنچے اور کوئی اگلا قدم اُٹھائے۔ ابھی صلاح الدین ایوبی دمشق جانے کی سوچ کر رہے تھے کہ صورت حال نے ایک عجیب کروٹ لی۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی جس کی عمر اب اٹھارہ برس ہو گئی تھی، سلطانِ معظم کی زندگی میں ہی اُس کیلئے رشتے آنا شروع ہو گئے تھے مگر سلطان کو کوئی لڑکا پسند نہ آتا تھا۔ جس کی ایک ہی وجہ تھی کہ سارے امیر زادے عیش پرستانہ زندگی کے دلدادہ تھے اور کسی ایک جوان کے دل میں بھی شوقِ جہاد نہیں تھا۔ سلطان نے اپنی بیٹی کو مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ فوجی تربیت بھی دی تھی تا کہ کسی پریشانی میں وہ کسی حد تک اپنا دفاع ضرور کر سکے۔

سلطان نور الدین زنگی کی وفات کے بعد اُس کی صاحبزادی کیلئے رشتوں کا ایک طویل تانتا بندھ گیا تھا۔ بڑے بڑے امراء نے اپنے بیٹوں کے نام بھیجے لیکن اُن

کے پیشِ نظر صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہ سلطان کی بیٹی سے شادی کر کے دمشق اور شام پر قبضہ کرلیں گے۔ سلطان کی بیوہ ان رشتوں کی بھرمار سے بہت زیادہ پریشان ہوگئی تھیں اور پھر کوئی ایسا ہمدرد بزرگ بھی موجود نہ تھا جو اُن کی رہنمائی کرتا۔ اسی کشمکش میں ایک رات اُس نے خواب میں اپنے شوہر سلطان نورالدین زنگی کو دیکھا جو اُس سے فرمارہے تھے ''تم کیوں اتنی پریشان ہو؟ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو اور صلاح الدین کو اپنی دامادی میں قبول کرلو وہ حقیقی مجاہد ہے اور مجاہد کبھی کسی کو مایوس نہیں کرتا''۔ سلطان عادل نے اپنی بیوہ کے خواب میں آکر اُن کے دل و دماغ سے پہاڑ جیسا بوجھ ہٹادیا تھا۔

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کی شادی

سلطان کی بیوہ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کو دمشق سے بلانے کیلئے کسی معتبر قاصد کو تلاش کر ہی رہی تھیں کہ والیٔ مصر خود دس ہزار شہہ سواروں کے ساتھ دمشق آ پہنچا۔ والیٔ مصر بغیر کسی تاخیر سیدھا حرمِ سلطان میں پہنچا اور بیوۂ سلطان کی خدمت میں ان تمام سازشی عناصر کے کرتوت بیان کئے جو ملک صالح کے ساتھ مل کر اُس کے امراء و وزراء کر رہے تھے۔ اِس انکشاف سے بیوۂ سلطان بھی کچھ دیر کیلئے سکتے میں آ گئیں۔ اِس کے بعد بیوۂ سلطان نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے والیٔ مصر کو سلطان نورالدین زنگی کی خواہش سے باخبر کیا۔ اپنے آقا کا خواب سننے کے بعد صلاح الدین ایوبی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا میں غلام کہاں؟ اور آقازادی کہاں؟ ایک بے جوڑ رشتہ ہے.......... خاندانِ نوریہ میرے بارے میں کیا کہے گی؟ لیکن بیوۂ سلطان کے بار بار اصرار اور حکم پر سرِ تسلیم خم کردیا۔

شادی کے مہمان ہائے گرامی

بیوۂ سلطان کے حکم کے بعد والیٔ مصر نے ایک فوجی دستہ بلا تاخیر مصر روانہ کیا تا کہ صلاح الدین کی والدہ اس شادی میں شریک ہوسکیں۔ اُس کے ساتھ ہی صلاح الدین ایوبی نے امام شرف الدین کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا کہ ''شیخ محترم! مجھے آپ کی جسمانی کمزوری کا شدید احساس ہے مگر آپ صرف میری خاطر دمشق تشریف لانے کی زحمت گوارہ کریں گے اور آپ میرا نکاح پڑھائیں گے''۔ تقریباً پندرہ دن کے بعد امام شرف الدین اور صلاح الدین ایوبی کی والدۂ محترمہ دمشق پہنچ گئیں، پھر اسلامی سادگی اور روایت کے ساتھ بنتِ سلطان نورالدین زنگی اور والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ یہ شادی موصل، دمشق اور شام کے امراء کیلئے اس قدر حیران کن تھی جیسے آسمان ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا ہو۔ اس شادی پر نورالدین زنگی کے حقیقی بھتیجے سیف الدین والیٔ موصل کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچی تھی جو بنتِ سلطان سے شادی کر کے سلطنتِ نوریہ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

شادی کے کچھ دنوں بعد بیوۂ سلطان نے صلاح الدین ایوبی اور اپنی صاحبزادی کو خلوت میں طلب کیا، پہلے بیٹی اور داماد کو سلامتی کی دُعائیں دیں، پھر صلاح الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اب میں تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ تم سلطنتِ نوریہ کے کسی بھی باغی کو سزا دے سکتے ہو اور کوئی تمہیں نہ پوچھ سکے گا''۔

سلطان نورالدین زنگی کی وفات کے بعد صلاح الدین ایوبی کی تمام تر توجہ اپنے حقیقی نصب العین یعنی صلیبیوں کے ساتھ جنگ پر مرکوز تھی۔ اُنہوں نے اپنے اس کام کی ابتداء شام سے کی کیونکہ مفاد پرست سازشی عناصر کی وجہ سے شام کے حالات

انتہائی مخدوش ہو چکے تھے۔ ان حالات میں صلاح الدین ایوبی یہ سوچنے پر حق بجانب تھے کہ وہ اب شام پر اقتدار حاصل کر لیں۔ حماہ، حمص اور بعلبک بغیر لڑائی کے ہی فتح ہو گئے تھے۔

فرقۂ باطنیہ اور حشاشین

فرقۂ باطنیہ کا پہلا امیر عبداللہ بن سباء یہودی تھا۔ جس کی فتنہ انگیزیوں نے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑوایا۔ جس کے نتیجہ میں خلیفۂ سوم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ پھر یہ باطنی تحریک سفر کرتے کرتے حسن بن صباح تک پہنچی۔ باطنیوں کے اس فرقے کا نام "حشاشین" تھا اور اس سے تعلق رکھنے والے افراد آدم خور کہلاتے تھے اور ان آدم خوروں کا سربراہ سنان تھا۔ ملک صالح کے سازشی امراء نے ابن قرامطہ (باطنیوں کی ایک جماعت کے سربراہ) کو شام بھیجا جس نے سنان سے ملاقات کے دوران اُسے یہ پیشکش کی "اگر صلاح الدین کو قتل کر دیا جائے تو زرِ کثیر کے علاوہ کئی شہر بھی حشاشین کے حوالے کر دیئے جائیں گے"۔ پھر سنان نے پچاس آدم خور حشاشین کو طلب کیا جو گوریلا جنگ بھی لڑنے کے ماہر تھے اور ابن قرامطہ کے ساتھ حلب روانہ کرتے ہوئے سنان نے پُر زور الفاظ میں اُسے نصیحت کی جیسے ہی والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کا کام تمام ہو جائے تو امراء کے ساتھ سلطان ملک صالح کا بھی کام تمام کر دیا جائے۔

والیٔ مصر کے قتل کا منصوبہ اور ناکامی

حشاشین کا یہ آدم خور دستہ بڑی رازداری کے ساتھ حلب پہنچا۔ سازشی امراء کے جاسوسوں کی نشاندہی پر حشاشین نے صلاح الدین ایوبی کے فوجیوں کی طرح

لباس پہنے اور دوسرے دن صلاح الدین ایوبی کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ جب یہ باطنی آدم خور صلاح الدین کے لشکر میں شامل ہو کر اپنا ہدف تلاش کرنے لگے تو لشکر میں شامل امیر حاکمِ بوقتیس نجم الدین نے ان کو پہچان لیا اور چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ والیٔ مصر کو فوری مطلع کرو کہ ہمارے لشکر میں حشاشین گھس آئے ہیں اور بر وقت اطلاع ملنے پر اُن دو حشاشین کو قتل کر دیا گیا جو صلاح الدین ایوبی پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔

والیٔ مصر کے قتل کا دوسرا منصوبہ

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کی فتوحات تیزی سے جاری تھیں اور امیر قطب الدین کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ ایڈیسہ کے قلعہ کی طرف بڑھا۔ کسی زمانے میں ایڈیسہ عیسائیوں کی سب سے مضبوط پناہ گاہ تھی۔ جسے حاصل کرنے کیلئے سلطان نور الدین زنگی نے اپنے بہت سے جانبازوں کی قربانیاں دی تھیں۔ اب یہ قلعہ سلطان ملک صالح کے زیرِ نگین تھا۔ والیٔ مصر کو خدشہ تھا کہ کہیں سلطان ملک صالح اور سیف الدین دوبارہ عیسائیوں کو حملے کی دعوت نہ دے دیں۔ قلعہ کے محاصرہ کو ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا معلوم ہوا کہ حشاشین کے آٹھ آدم خور ایڈیسہ پہنچ کر کسی نہ کسی طرح صلاح الدین ایوبی کے لشکر میں شامل ہو گئے ہیں۔ ایک ماہ کی مسلسل سنگ باری سے قلعہ ایڈیسہ کی مضبوط ترین دیواروں میں بڑے بڑے شگاف پڑ گئے تھے اور وہ فتح ہونے کے قریب ہی تھا۔

ایک دن صلاح الدین ایوبی منجنیقیں چلانے والے کے پاس کھڑا، انہیں ہدایات دے رہا تھا کہ اچانک ایک آدم خور حشیشہ خنجر نکال کر والیٔ مصر پر آ جھپٹا اور پوری

طاقت سے اُس کے سر پر وار کیا۔ صلاح الدین ایوبی اُس وقت خود پہنے ہوئے تھا، اِس لئے اُس کا سر تو محفوظ رہا مگر رخسار پر گہرا زخم آ گیا۔ صلاح الدین ایوبی نے انتہائی تیزی سے حشیشہ کی گردن پکڑ لی اور اُسے زمین پر دے مارا۔ اتنے میں ایک جانثار نے حشیشہ کا کام تمام کر دیا۔ صلاح الدین ایوبی ابھی سنبھلا ہی تھا کہ دوسرا حشیشہ خنجر لے کر والئ مصر پر جھپٹا۔ امیر داؤد نے اُسے روکنے کی کوشش کی مگر حشیشہ نے اُس کی پیشانی پر وار کر دیا۔ اِس سے پہلے کہ حشیشہ دوبارہ صلاح الدین پر جھپٹتا۔ ایک سپاہی نے پیچھے سے اُس پر وار کیا اور اُس کا سر کٹ کر زمین پر گر پڑا۔ فوراً تیسرا حشیشہ خنجر لے کر بڑھا مگر اُسے صلاح الدین کے چچا زاد بھائی ناصر الدین بن شیر کوہ نے قتل کر دیا۔ اِس طرح یکے بعد دیگرے سات حشاشین قتل کر دیئے گئے، مگر ایک فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

صلاح الدین ایوبی زخمی حالت میں اپنے خیمے میں پہنچا اور بے ہوش ہو گیا اور چہرے پر بھی شدید سوجن آنا شروع ہو گئی اور جب کئی گھنٹوں تک اُسے ہوش نہ آیا، فوری طبیبوں کو بلوایا گیا، بہت غور و فکر کے بعد اُنہوں نے کہا کہ اِس بڑھتی ہوئی سوجن سے اندازہ ہوتا ہے کہ خنجر زہر آلود تھا۔ پھر صلاح الدین اور امیر داؤد کو بے ہوشی کی حالت میں ہی کئی دافع زہر دوائیں پلائی گئیں اور زخموں پر مرہم لگائے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ شام کو امیر داؤد کا انتقال ہو گیا۔

والئ مصر صلاح الدین ایوبی کے چہرے کی سوجن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ بالآخر طبیبوں نے انتہائی غمزدہ لہجے میں اِس بات کا اعتراف کر لیا کہ زہر مکمل طور پر خون میں سرایت کر گیا ہے اور والئ مصر کے بچنے کی اب کوئی امید باقی نہیں رہی۔ زہر

سفرنامہ زیارتِ شام

کے اثر سے پورا جسم سوجن سے نیلا پڑ گیا تھا۔ تمام اطباء مایوس ہو کر بیٹھ گئے، وہ رات لشکرِ ایوبی کے ایک ایک سپاہی پر بہت گراں تھی اور بظاہر صبح ہونا بھی مشکل نظر آ رہی تھی۔

امام شرف الدین کا روحانی سفر اور اپنی جان کی قربانی

نصف شب کے قریب صلاح الدین ایوبی اِسی بے ہوشی کی حالت میں امام شرف الدین بن ابی عصرون کو اپنے خیمے میں داخل ہوتے دیکھے جو تیزی سے صلاح الدین ایوبی کے قریب آئے اور والئ مصر کو بغور دیکھتے رہے۔ پھر آسمان کی طرف نظر کرتے ہوئے فرمایا،

> ''اے قادرِ مطلق! تو اپنی رحمت کے ہر زاویہ پر قادر ہے، میں تیری بخشی ہوئی زندگی گزار چکا ہوں، مگر میں یہ راز نہیں جانتا کہ تیرے ہاں میری کتنی سانسوں کا شمار باقی رہ گیا ہے؟ اگر میرے نصیب میں کچھ سانسیں باقی ہیں تو وہ اِس مردِ مجاہد کو بخش دے، جو اِس وقت موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اے مسیحائے حقیقی! اِس کے جسم میں سرایت کر جانے والے زہر کے تمام اثرات کو زائل فرما دے اور اُسے اُس مقصدِ عظیم کی تکمیل تک زندہ رکھ جس کیلئے یہ مجاہد جان توڑ کوششیں کر رہا ہے۔''

یہ دُعا کرنے کے بعد امام شرف الدین جھکے اور اُنہوں نے اپنے ہونٹ صلاح الدین ایوبی کے زخم پر رکھ دیئے جو حشیشہ کے خنجر کے وار سے اُس کے رخسار پر اُبھرا تھا۔ امام شرف الدین کچھ دیر تک اسی حالت میں رہے، پھر وہ سیدھے ہوئے اور اُنہوں نے اپنا دستِ مبارک والئ مصر کے سر پر رکھتے ہوئے دُعائیہ لہجے میں فرمایا،

’’اے مردِ مجاہد! تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو‘‘۔ اس کے بعد حضرت امام شرف الدین خیمے سے نکل کر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کے خیمے میں موجود تمام امیروں اور سالاروں نے یہ ناقابلِ یقین منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کئی دن سے بے ہوش صلاح الدین ایوبی اچانک اُٹھ کر بیٹھ گئے اور چہرے کی تمام سوجن غائب ہے اور زخم کا نشان بھی موجود نہیں ہے۔

’’ابھی ابھی شیخ شرف الدین تشریف لائے تھے، وہ کہاں ہیں؟‘‘ والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کا سوال سن کر تمام امراء کو شدید حیرت ہوئی، پھر صلاح الدین ایوبی کے چھوٹے بھائی ملک عادل نے حیرت زدہ لہجے میں عرض کیا، ’’شیخ محترم یہاں کہاں؟ وہ تو مصر میں ہیں‘‘۔ صلاح الدین ایوبی اس بات پر اصرار کرتا رہا کہ امام شرف الدین نہ صرف خیمے میں تشریف لائے تھے بلکہ حضرت شیخ نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت سی دُعائیں بھی دی تھیں۔ آخر ایک امیر جو حضرت امام صاحب کے عظیم روحانی مقام سے واقف تھا، اُس نے صلاح الدین ایوبی سے عرض کیا کہ والیٔ مصر! وہ امام صاحب کا روحانی سفر تھا جو اُنہوں نے مصر سے ایڈیسہ تک کیا تھا اور اُنہی کی دُعاؤں کے اثر سے یہ مہلک زخم چند لمحوں میں ٹھیک ہو گیا۔ ورنہ بڑے بڑے طبیب تو اِس زہر کا تریاق تلاش کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ یہ سنتے ہی صلاح الدین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور خیمے میں موجود تمام سالاروں اور امیروں کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ ہوش میں آتے ہی صلاح الدین ایوبی نے سب سے پہلے نمازِ شکر ادا کی، پھر صبح ہوتے ہی اپنے بھائی کو ایک خط دے کر شیخ امام شرف الدین کی خدمت میں مصر روانہ کیا اور نہایت عقیدت مندانہ لہجے میں تحریر کیا کہ، ’’شیخ محترم!

اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں ایک لمحے کیلئے بھی آپ کی دُعاؤں سے دور نہیں ہوں، آپ کا وجودِ مسعود عالمِ اسلام کیلئے ایک عظیم رحمت و نعمت سے کم نہیں‘‘۔

صلاح الدین ایوبی کو مصر سے نکلے ہوئے ایک سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اِس دوران اُس کی والدۂ محترمہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا جس وقت وہ محاذِ جنگ پر اُلجھا ہوا تھا۔ اِسی دوران صلاح الدین ایوبی کو اپنے پہلے بیٹے کی پیدائش کی خبر بھی ملی تھی۔ دمشق، شام اور ایڈیسہ پر قبضہ کرنے کے بعد صلاح الدین ایوبی نے مصر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

امام شرف الدین کا وصالِ مبارک

ایڈیسہ سے رخصت ہوتے وقت والیٔ مصر نے نیت کی تھی کہ وہ مصر پہنچ کر سب سے پہلے امام شرف الدین کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اُس کے بعد والدۂ محترمہ کی قبر پر حاضری دیں گے، لیکن مصر کی حدود میں پہنچتے ہی صلاح الدین ایوبی کو ایک انتہائی افسوس ناک خبر ملی، کہ شیخ امام شرف الدین پندرہ روز قبل انتقال فرما گئے ہیں۔ والیٔ مصر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صلاح الدین ایوبی کو اپنی والدہ کی وفات سے زیادہ حضرت شیخ کے وصال کا غم تھا کیونکہ والدہ محترمہ کا وصال اُس کے ذاتی نقصان میں شمار ہوتا تھا مگر حضرت شیخ کا دُنیا سے رخصت ہو جانا پوری ملتِ اسلامیہ کیلئے ایک عظیم نقصان تھا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اِن بزرگوں کی دُعاؤں سے اہلِ اسلام کے سروں سے بہت سی بلائیں ٹال دیا کرتا ہے۔

بارگاہِ امام شرف الدین میں حاضری کا شرف

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی حضرت شیخ کی درگاہ میں پہنچے، اُن کے خدمت

گاروں سے اُن کی بیماری کے بارے میں پوچھا تو والئ مصر کو بتایا گیا کہ امام بالکل صحت مند تھے، ایک ماہ پہلے کی بات ہے کہ ایک رات امام سو کر اُٹھے تو بخار میں مبتلا تھے، مصر کے طبیبوں کو دکھایا گیا، مختلف دوائیں بھی دی گئیں لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ پھر وصال سے ایک دن پہلے اپنے خدمت گاروں کو مخاطب کر کے بار بار ایک ہی مخصوص جملہ فرماتے تھے، کہ تمہاری ان دواؤں سے مجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میرا وقتِ سفر آ پہنچا ہے کیونکہ اب ''**مصر کی زمین پر امام رہے گا یا مجاهد**''۔ خدمت گار جب ان الفاظ کا مفہوم دریافت کرتے تو جواب میں یہی فرماتے کہ

> ''یہاں امام تو بہت ہیں مگر مجاہد کوئی نہیں، اگر میں مر گیا تو دوسرے امام پیدا ہو جائیں گے لیکن تمہیں ایسا کوئی دوسرا مجاہد نہیں ملے گا۔''

امام صاحب کے انتقال کی تفصیلات سن کر والئ مصر کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں میں شدت آ گئی۔ صلاح الدین ایوبی اصل راز کسی کو نہ بتانا چاہتا تھا بس دل ہی دل میں امام کی محبتوں کو یاد کر کے روتا رہا۔ پھر قصرِ خلافت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُس قبرستان میں پہنچا جہاں امام شرف الدین بن ابی عصرون رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ تھی۔ سپاہیوں کا ہجوم دیکھ کر اہلِ شہر کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے فاتح مصر کسی بادشاہ کے دربار میں سلامی کیلئے حاضر ہو رہا ہو۔ والی مصر صلاح الدین ایوبی بہت دیر تک امام شرف الدین بن ابی عصرون رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں کھڑا فاتحہ خوانی کرتا رہا اور اِس دوران ایک لمحہ کیلئے بھی اُس کے آنسو نہ تھمتے تھے۔ پھر اسی

سوگوار حالت میں صلاح الدین ایوبی اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہوا، اشک بار آنکھوں سے اپنی مادرِ مہربان کی مغفرت کیلئے دُعائیں کیں اور سب سے آخر قصرِ خلافت پہنچا، جہاں والئ مصر کی زوجہ محترمہ اپنے ایک سالہ بیٹے کے ساتھ استقبال کیلئے منتظر تھی۔

لقبِ سلطان

ایک دن والئ مصر نے اپنے تمام امیروں، سالاروں اور دوسرے منصب داروں کا ایک غیر معمولی اجلاس طلب کیا اور اپنی نشست پر کھڑے ہو کر ایک نہایت پُر اثر خطاب کیا، ''تمام تعریفیں اور بڑائیاں اُس ذاتِ پاک کیلئے ہے جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، میرے اور تمہارے درمیان بس ایک ہی فرق ہے کہ تم اسلام کے سپاہی ہو اور میں تمہارا سالار ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ درجات بھی اِس لئے قائم کئے ہیں کہ دُنیا کا نظام جاری وساری رہے، ہم سب ایک ہی منزل کے مسافر ہیں اور منزل اِس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ ہم اپنے آقا سرکارِ مدینہ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کو اِس زمین پر صحیح انداز میں نافذ کر سکیں......اے اہلِ ایمان! اے سلطنتِ مصر کے معزز اراکین میری بات بہت غور سے سنو......کہ میں سلطانِ عادل نور الدین زنگی کا پروردہ ہوں، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے ذریعے اہلِ ایمان کی مدد نہ کرتا تو آج ہم اپنی بے راہ روی کے سبب عیسائیوں کے غلام ہوتے اور یہ سلطان مرحوم ومغفور ہی کی جانبازیوں کا صدقہ ہے کہ آج دمشق، شام، موصل، حلب اور دیگر چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں صلیبیوں کے خونی پنجوں سے آزاد ہو کر آبرومندانہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ تمہارے سامنے یہ باتیں کرنے کا ایک ہی مقصد ہے کہ سلطانِ عادل نے اپنی وفات سے پہلے مجھ سے ایک عہد (حلف) لیا تھا، اُس حلف کے وقت کمرے میں سلطانِ

عادل اور میرے علاوہ کوئی تیسرا فرد نہ تھا۔ اُس حلف کا اگر کوئی گواہ ہے تو وہ صرف ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے، اِس حلف کی تفصیلات تو قبل از وقت آپ کو نہیں بتائی جا سکتیں، اور اگر میری زندگی میں وہ مبارک ساعت آ گئی تو وہ حلف جو میں نے سلطانِ عادل کے سامنے اُٹھایا تھا، اُسے تمام مسلمانوں پر ظاہر کر دیا جائے گا، فی الوقت میں تمہیں ایک اور اہم ترین راز سے باخبر کرنا چاہتا ہوں...... حقیقت یہ ہے کہ سلطانِ عادل مجھے اپنی حقیقی اولاد سے بھی زیادہ چاہتے تھے، اُنہی کی خواہش کے مطابق اُن کی صاحبزادی سے میری شادی ہوئی...... اُن کے نوعمر صاحبزادے سلطان ملک صالح کا حددرجہ میں نے ادب واحترام کیا...... لیکن مجھے وہ ذلیل ورسوا کرتے رہے، یہاں تک کہ میرے قتل کیلئے اُنہوں نے عیسائیوں اور آدم خور حشیشان کو بھاری رقمیں ادا کیں...... مگر میں صرف سلطانِ عادل کے احترام میں خاموش رہا...... اب جب کہ سلطان ملک صالح دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں تو میں سلطانِ عادل کی عظیم میراث اُن کے اوباش بھتیجوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ سکتا، اہلِ دربار کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب سلطان نورالدین زنگی کا حقیقی جانشین میں ہی ہوں...... اس لئے آج سے سلطان کا لقب اختیار کرتا ہوں...... یہ لقب غرور وفخر کی نشانی ہرگز نہیں ہے...... میں صرف اپنے آقا سلطانِ عادل کی تقلید میں یہ روش اختیار کرتا ہوں تاکہ تمام اسلامی ریاستوں کو آپس کے اختلافات وانتشار سے بچا کر ایک پرچم کے نیچے جمع کیا جا سکے۔''

والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کے اس اہم خطاب کے اختتام پر تمام امراء، سالار اور دیگر معززین دربار اپنی اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے اور والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کو سلطان کا لقب اختیار کرنے پر پُرجوش مبارکباد پیش کی۔ اُس کے ساتھ

ہی اُس کارِ عظیم کو تکمیل کے آخری مرحلہ تک پہنچانے کے سلسلہ میں اپنی خدمات بھی پیش کیں۔

اِس انتہائی سادہ اور پُر وقار تقریب کے اختتام پر تمام سرکاری مہریں تبدیل کر دی گئیں اور نئی مہروں پر صلاح الدین ایوبی کے ساتھ سلطان کا لفظ کندہ کر دیا گیا۔

سلطانِ شام ومصر کی حلب آمد

12 جون 1184ء کا یادگار دن تھا جب سلطان صلاح الدین ایوبی ایک فاتح حکمران کی حیثیت سے حلب میں داخل ہوا، قلعۂ حلب کے دروازے کھل گئے اور فوج نے پورے جوش وخروش کے ساتھ سلطان صلاح الدین ایوبی کو سلامی پیش کی۔ حلب کا اقتدار سنبھالنے اور عمائدین شہر سے خطاب کرنے کے بعد دوسرے دن سلطانِ معظم اپنے استادِ گرامی قاضی ابن عرسون سے ملاقات کرنے اُن کی درسگاہ پہنچے۔ یہ سن کر سلطان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہ اُن کے استادِ گرامی کا انتقال ہو چکا ہے۔ بہت دیر تک سلطان اپنے اُستادِ محترم کی صحبتوں کو یاد کر کے روتے رہے۔ پھر جب اُن کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اُنہوں نے درگاہ کے منتظم سے پوچھا، اُستادِ گرامی کی وفات کے بعد مدرسے کی نگرانی کون کرتا ہے؟ منتظم نے بتایا کہ قاضی صاحب کی شاگردِ خاص محترمہ شاریہ درس چلا رہی ہیں۔ سلطان اُن کی ملاقات کیلئے روانہ ہوئے، شاریہ نے دورانِ ملاقات سلطانِ معظم کو بتایا، ''تم اُستادِ محترم سے دور رہ کر بھی اُنہی کی خدمت سر انجام دے رہے تھے، اُستادِ گرامی نے آخری سانس تک تمہیں اپنی دُعاؤں میں یاد رکھا، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہ یوسف ہے وقت کا زنداں، اُسے کب تک قید میں رکھے گا کیونکہ حق تبارک وتعالیٰ نے بادشاہت اُس کا مقدر کر دی ہے۔''

سلطانِ معظم اپنے اُستادِ گرامی کے مزارِ مبارک پر

سلطانِ معظم درس گاہ سے نکلنے کے بعد اپنی پوری فوج کے ساتھ اُس قبرستان میں حاضر ہوئے جہاں پر ایک یگانۂ روزگارِ عالم ابدی نیند آرام فرما رہے تھے، جنہوں نے منصبِ قضاء پر فائز ہونے کے بعد کبھی کسی حاکم کا دباؤ قبول نہیں کیا۔ سلطان بہت دیر تک حضرت قاضی ابن عرسون کے قدموں میں کھڑے دُعا کرتے رہے۔

حلب پر قبضہ ہو جانے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی دنیائے اسلام کے سب سے طاقتور حکمران بن گئے تھے۔ دریائے دجلہ سے دریائے نیل تک اور افریقہ کے ساحل سے طرابلس کے بڑے بڑے شہر مختلف بستیوں کے لوگ اُنہیں کے زیرِ نگیں آ گئے تھے۔ مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ سے لے کر الجزیرہ تک ان کی سلامتی اور کامیابی کیلئے دُعائیں مانگی جاتی تھیں۔

الجہاد، الجہاد، الجہاد

سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائی حکمرانوں کے ساتھ کئے جانے والے چار سالہ معاہدہ امن کے متعلق موصل، الجزیرہ، اربیل اور حران کے حاکموں کو بتا دیا تھا کہ یہ صلح اور امن کی پیشکش محض ایک فریب ہے اور پھر وہی ہوا، ابھی معاہدہ کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ دنیا کے متعصب ترین عیسائی اور کرک کے حاکم رینالڈ نے پہلی معاہدہ شکنی کی کہ مسلمانوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں سلطان نے اپنا دربار آراستہ کیا اور اپنے امراء کے سامنے مختصر تقریر کی اور پھر کھڑے ہو کر شمشیر بے نیام کرتے ہوئے پُر جوش نعرہ بلند کیا، الجہاد، الجہاد، الجہاد، اپنے سلطان کی تقلید میں تمام امراء اور فوجی سالار بھی کھڑے ہو گئے اور سب

نے اُسی طرح اپنی شمشیریں بے نیام کیں اور جوابی نعرہ بلند کیا، الجہاد، الجہاد، الجہاد، پورا دربار اہلِ ایمان کی آوازوں سے گونجنے لگا، سلطان کے قاصد تمام مسلم ریاستوں کی طرف دوڑ رہے ہیں، اور اُن کی زبانوں پر بھی صرف الجہاد کے الفاظ تھے۔ وہ جس مسلمان بستی سے بھی گزرتے اسی نعرے کا شور سنائی دیتا یہاں تک کہ عام مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد اس طرح بیدار ہو گیا کہ جیسے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے۔

صلیبیوں کے خلاف عام جہاد کا اعلان

مختلف مسلم ریاستوں کی طرف سے فوجیں دمشق میں جمع ہونا شروع ہو گئیں۔ سلطان کے پاس بارہ ہزار شہسوار تھے، اس کے علاوہ بے شمار رضا کار فی سبیل اللہ فوج میں شامل ہو گئے تھے۔ پھر سلطانِ معظم نے دمشق کے ایک بڑے میدان میں اپنے سپاہیوں کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کی۔ اُس کے بعد اجتماعی دُعا کی گئی۔ پھر سلطان گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا یہ معمول تھا کہ وہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوتا۔ یہ 26 جون 1187ء کا دن تھا جب سلطان نے صلیبیوں کے خلاف عام جہاد کا اعلان کر دیا تھا۔

اسلامی لشکر نے پہلا پڑاؤ "اخو دانا" کے مقام پر ڈالا، سلطان کو اطلاع ملی کہ صلیبیوں کی ایک بہت بڑی فوج "صفوریہ" میں جمع ہے اور صلیب کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں کہ یہ جنگ اُس وقت ختم ہوگی جب مسلمانوں کی عسکری قوت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے گا۔ سلطان نے 1 جولائی 1187ء دریائے اُردن کو عبور کیا اور اپنی فوج "طبریہ" سے چھ میل مغرب کی سمت پہاڑیوں پر لے گئے، پھر اُس کو تباہ و برباد کرنے کا حکم ہوا اور مسلم افواج طبریہ کو تاراج کرتی ہوئی قلعہ پر قابض ہو گئی۔ عیسائی فوج نے

صفوریہ سے اپنے تمام خیمے اُٹھالئے۔

صلیبی فوج کا ہراول دستہ ریمنڈ کی کمان میں تھے۔ اِس کے بہت سے سپاہی مسلمان تیراندازوں کے حملوں میں ہلاک ہو چکے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی جنگی مہارت اور ذہانت اور فراست کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ سلطان نے شدید گرمی کے موسم میں جنگ کا آغاز کیا تھا کیونکہ صلیبی فوج صرف یورپ کے سرد موسم میں ہی اپنی عسکری جوہر دکھا سکتی تھی۔

ریمنڈ کا فوجی دستہ کافی آگے نکل چکا تھا اور اُس کا زور صرف ایک بات پر تھا کہ صلیبی فوج کسی نہ کسی طرح پانی کے کنوؤں تک پہنچ جائے تا کہ عیسائی سپاہی اپنی پیاس بجھالیں اور تازہ دم ہو کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کر سکیں لیکن ریمنڈ کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

تھکے ماندے اور شدتِ پیاس سے نڈھال صلیبیوں میں اب ان مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی، جو پہاڑوں پر صلیبی فوج کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ پھر جب ریمنڈ کو معلوم ہوا کہ اُس کی فوج کا عقبی دستہ بھی کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے تو وہ بے اختیار چیخ اُٹھا ''افسوس ہم جنگ ہار گئے، اب ہمارا شمار مُردوں میں ہے''۔ صلیبیوں کیلئے وہ ایک نا قابلِ فراموش رات تھی۔ سپاہی اور گھوڑے تڑپ رہے تھے جب کہ دوسری طرف مسلمانوں کے خیموں میں اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اس موقع پر سلطانِ معظم نے ایک اور زبردست چال چلی، کہ اُس کے حکم پر مسلمان سپاہیوں نے قریب کی تمام جھاڑیوں میں آگ لگا دی، یہ ایک نئی مصیبت تھی، آگ اور دھوئیں نے صلیبیوں کی پریشانی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

سفرنامہ زیارتِ شام

معرکۂ حطین

صلیبیوں نے بڑی مشکل سے وہ رات گزاری۔ 4 جولائی 1187ء کا سورج طلوع ہوا۔ پیاس کی شدت سے صلیبیوں کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ تمام کنوؤں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا کیونکہ سلطان نے رات ہی کنوؤں پر اپنے سپاہی تعینات کر دیئے تھے۔ بالآخر ''لوبیہ'' کے مقام پر دونوں فوجوں میں مقابلہ شروع ہوا۔ مسلمان تیر اندازوں نے اُن پر تیروں کی ایسی بارش کی کہ سینکڑوں صلیبی سپاہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ پھر دست بدست جنگ شروع ہوئی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی ہر جگہ خود نظر آتا تھا اور ضرورت کے مطابق اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھاتا اور اُنہیں جوش دلاتا تھا۔ فرینکس کا فوجی دستہ پاگلوں کی طرح پانی پینے کیلئے جھیل کی طرف دوڑا مگر وہاں متعین مسلمان سپاہیوں نے اُن سب کا کام تمام کر دیا۔

شدتِ پیاس سے نڈھال اور گرمی سے تنگ آئے ہوئے عیسائی سپاہی گھوڑوں سے اُتر پڑے اور دھوپ کی تپش سے جھلسی ہوئی گھاس پر لیٹ گئے۔ دُشمن کی یہ درماندہ حالت دیکھ کر مسلمان صلیبیوں پر ٹوٹ پڑے اور عیسائی سپاہی خاموشی سے قتل ہوتے رہے۔

تاریخ میں یہ جنگ ''معرکۂ حطین'' کے نام سے مشہور ہے۔ صلیبی فوج کا یہ انجام دیکھ کر ریمنڈ میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا اور اُس نے ''صور'' کے علاقے میں جا کر دم لیا۔ یروشلم کا نگرانِ اعلیٰ گائی آف لوسگنان، والئ کرک رینالڈ، ماسٹر آف ٹیمپلرز ہیمبری اور بہت سے امراء گرفتار کر لئے گئے۔ بڑا عجیب منظر تھا جب تن تنہا ایک

مسلمان سپاہی تیس تیس عیسائی سپاہیوں کو ایک ہی رسی میں باندھے کھینچے لئے جا رہا تھا۔ میدان میں لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ٹوٹی ہوئی صلیبیں، کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور سروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

معرکۂ حطین میں عظیم الشان فتح کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے میدانِ جنگ میں قیام کیا، دور تک امراء اور فوجی سالاروں کے خیمے بھی نصب کر دیئے گئے۔ تمام عیسائی قیدیوں کا فیصلہ اسلامی لشکر کے سالار کر رہے تھے مگر گرفتار ہونے والے اعلیٰ صلیبی امراء کی تقدیروں کے فیصلے کا انحصار سلطان صلاح الدین ایوبی کی مرضی پر تھا۔

معرکۂ حطین کے جنگی قیدیوں سے سلطان معظم کا سلوک

سلطان صلاح الدین ایوبی نے حکم دیا کہ صلیبی امراء کو اس خیمے میں حاضر کریں۔ تھوڑی ہی دیر میں پا بہ زنجیر صلیبی امراء ندامت سے سروں کو جھکائے سلطان کے خیمے میں حاضر ہوئے۔ سلطان اُن سے مخاطب ہوا اور کہا کہ تم لوگ اپنا اپنا تعارف خود کراؤ اور ایک گوشے میں کھڑے ہوتے جاؤ۔

تمام قیدی ایک ایک کر کے اپنا تعارف کراتے ہوئے سلطان صلاح الدین ایوبی کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ (یہ کیسا عجیب وغریب منظر ہوگا؟) پھر جب ایک قیدی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے یہ بتایا کہ وہ شاہِ یروشلم گائی آف لوسگنان ہے تو سلطان نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کے پیروں کی زنجیریں کھولیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے شاہِ یروشلم کو اپنے برابر بٹھا لیا۔ ان اعلیٰ صلیبی قیدیوں میں کرک کا حاکم رینالڈ بھی شامل تھا اور اُسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ سلطان صلاح الدین

ایوبی نے اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ اس لئے اِس جھوٹے اور مکار شخص نے اپنی جان بچانے کی خاطر جھوٹ بولا اور غلط نام بتا کر آگے بڑھ گیا۔ پھر جب تمام صلیبی امراء قیدی ایک ایک کر کے صلاح الدین ایوبی کی نظروں کے سامنے سے گزر گئے تو سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی ملک عادل سے پوچھا کہ کیا ان قیدیوں میں کرک کا حاکم رینالڈ نہیں ہے؟

سلطانِ محترم! میں رینالڈ سے شکلاً واقف نہیں ہوں۔ ملک عادل کا یہ جواب سن کر رینالڈ نے سکون کی سانس لی کہ وہ صلاح الدین ایوبی کو فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی بہت زیادہ مضطرب نظر آنے لگا اور کہا کہ میری اطلاع کے مطابق رینالڈ میدان جنگ سے فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکا، تو پھر وہ کہاں گیا؟ کیا وہ عام قیدیوں کے ساتھ کسی دوسرے خیمے میں تو موجود نہیں؟ جاؤ اُسے تلاش کرواور اگر وہ نہ مل سکے تو کرک کے کچھ سپاہیوں کو میرے خیمے میں لے کر آؤ۔ سلطان شدید اضطراب کے عالم میں ٹہلنے لگا اور ایک ایک قیدی کے قریب جا کر گہری نظروں سے اُس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ یہ تمام قیدی اپنے اپنے علاقوں کے حکمران یا معزز سردار تھے۔

اِن جنگی قیدیوں میں سے صرف دو قیدی والیٔ کرک کو چہرے سے پہچانتے تھے، ایک یروشلم کا حکمران اور دوسرا ماسٹر آف ٹیمپلر ہینری، لیکن اِن دونوں نے بھی مصلحت اور خاموشی سے کام لیا۔

آخر کچھ دیر بعد ملک عادل دو عیسائی سپاہیوں کو لے کر سلطان صلاح الدین

ایوبی کے خیمے میں داخل ہوا اور عرض کرنے لگا، سلطانِ معظم کرک کے بہت سے سپاہی مارے گئے، باقی میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے، بس یہ دو گرفتار زندہ بچے ہیں، ان کرک کے سپاہیوں کو سلطان کے خیمے میں موجود پا کر رینالڈ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اُس نے اپنے ٹوٹتے ہوئے اعصاب پر قابو پانے کی بہت کوشش کی مگر سلطان صلاح الدین ایوبی کی عقابی نظروں سے اپنی بگڑتی کیفیت کو پوشیدہ نہ رکھ سکا۔

تاہم سلطان نے اتمامِ حجت کیلئے کرک کے دونوں سپاہیوں سے پوچھا، مجھے بتاؤ کہ یہاں کھڑے ہوئے لوگوں میں سے تمہارا حکمران کون ہے؟ اور سوال کرتے وقت سلطان کی پشت رینالڈ کی طرف تھی۔

سپاہیوں نے گھبرا کر اپنے حکمران کی طرف دیکھا، رینالڈ نے اپنی آنکھ کے اشارے سے دونوں سپاہیوں رہنے کو خاموش رہنے کیلئے کہا۔ دونوں سپاہیوں نے بیک زبان ہو کر کہا، کہ سلطان ان لوگوں میں سے کوئی بھی ہمارا بادشاہ نہیں ہے۔

ہمیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم یہ جنگ ہار جائیں گے تو ہم نے اپنے آقا سے کہہ دیا تھا کہ آپ میدان سے نکل جائیں اب تو وہ کرک کے قلعہ میں پہنچ چکے ہوں گے۔ رینالڈ کے سپاہیوں نے بڑی صفائی کے ساتھ ایک من گھڑت کہانی سنا ڈالی۔

کرک سپاہیوں کا جواب سن کر سلطان مسکرایا، بے شک! تم نے جھوٹ بولنے میں بڑی مہارت دکھائی، جو تمہاری قوم کی خاص عادت ہے، مگر پھر بھی تم سے اس دوران دو بڑی غلطیاں سرزد ہوئیں۔

ایک تو یہ کہ میرا سوال سنتے ہی تم نے گھبرا کر اپنے آقا رینالڈ کی طرف دیکھا، جو میرے پیچھے کھڑا تھا۔ تمہاری دوسری غلطی یہ ہے کہ تم نے خیمے میں موجود تمام

جنگی قیدیوں کا جائزہ ہی نہیں لیا تھا، صرف ایک شخص کے چہرے پر اپنی نظریں مرکوز کئے رہے، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تو رینالڈ کو اُسی وقت پہچان لیا تھا جب تمہاری طلبی سے پہلے اُس کے چہرے پر وحشت و بدحواسی نمایاں ہو گئی تھی۔

اگرچہ میں تمہارے جھوٹ بولنے کے باوجود ریمنڈ پر فردِ جرم عائد کر سکتا ہوں، لیکن ہم اہلِ ایمان کا یہ طریقہ ہے کہ ٹھوس شواہد، دلائل اور گواہیوں کے بعد کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں ہمارے ہاتھوں کسی بے گناہ کو نقصان پہنچ جائے۔

یہ کہہ کر سلطان صلاح الدین ایوبی چند لمحوں کیلئے مڑا اور والیٔ کرک کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا، جس کا چہرہ موت کے خوف سے زرد ہو گیا تھا۔ سلطان دوبارہ پلٹا اور کرک کے سپاہیوں سے مخاطب ہوا کہ میں تمہیں سچ بولنے کا آخری موقع فراہم کرتا ہوں اگر تم دونوں اس بات کی تصدیق کر دو کہ یہی تمہارا آقا ہے تو میں تمہاری زنجیریں کھول کر تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

جیسے ہی سلطان صلاح الدین ایوبی کی بات ختم ہوئی، دونوں سپاہی شدتِ جذبات سے بے قابو ہو کر چیخنے لگے، ''خداوند خدا کی قسم! یہی ہمارے آقا رینالڈ ہیں''۔ کرک سپاہیوں کی گواہی مکمل ہوتے ہی سلطان نے ان دونوں کو رہا کرنے کے ساتھ گھوڑے بھی فراہم کر دیئے تاکہ یہ دونوں آسانی کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس جا سکیں۔

گستاخِ رسول ﷺ والیٔ کرک ''رینالڈ'' کا عبرتناک انجام

سلطان صلاح الدین ایوبی تیزی سے والیٔ کرک کی طرف پلٹا اور اُس کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی غضب ناک لہجے میں کہا ''تجھ پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور

اُس کے تمام فرشتوں کی ہزار بار لعنت ہو"۔ پورے خیمے میں سکوتِ مرگ طاری تھا۔
پھر سلطان دوسرے جنگی قیدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا، یہ اس وقت میری نظر میں دنیا کا سب سے زیادہ ناپاک اور لعنت زدہ انسان ہے۔

جس نے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں نہ صرف گستاخی کی تھی بلکہ دو بار حجازِ مقدس کو تباہ و برباد کرنے کی قسم کھائی تھی اور ایک قافلہ کے لٹے ہوئے مسلمانوں نے جب رحم کی درخواست کی تھی تو اس مردود نے کہا تھا، کہ اب تمہیں تمہارا پیغمبر ہی آ کر بچائے گا۔

یہ واقعہ سن کر میں نے بھی قسم کھائی تھی کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھے اس ملعون کے جسم پر تصرف بخشا تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔

سو، خالقِ کائنات نے مجھے میری قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس شیطان کے ارادے کو خاک میں ملا دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے والیِ کرک رینالڈ سلطان صلاح الدین ایوبی کے قدموں میں گر پڑا اور اپنے گناہ کی معافی مانگنے لگا۔

سلطان نے انتہائی نفرت آمیز لہجے میں کہا،"اگر میں تجھے معاف کر دوں تو میری قسم کا کیا ہوگا؟ کیونکہ تیرا گناہ وہ گناہ ہے جس کی معافی نہیں، اور میری قسم وہ قسم ہے جس کا کوئی کفارہ ہی نہیں"، یہ کہہ کر سلطان نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ رینالڈ کی زنجیریں کھول دی جائیں۔

مرنے سے پہلے رینالڈ نے ہر طرح زندگی کی بھیک مانگی، مگر سلطان نے اپنی قسم پوری کی اور تلوار اُٹھانے سے پہلے اُس شاتم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میری ذاتی خواہش تو یہ تھی کہ تیرے جسم کے ایک ایک حصے کو الگ کروں اور تجھے تڑپا تڑپا کر کئی مہینوں میں تجھے تیرے انجام تک پہنچاؤں ..... مگر میرے آقا ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہیں، اُن کی ایک حدیث مبارک ہے کہ کسی پاگل کتے کے جسم کے بھی ٹکڑے نہ کرو، اُسے ایک ہی وار میں قتل کرو۔ بس یہ بھی میرے آقا ﷺ کا ہی صدقہ ہے کہ تو اذیت ناک موت سے بچ گیا"۔

پھر دیکھنے والوں نے دیکھا، کہ سلطان کی شمشیر فضاء میں بلند ہوئی اور دوسرے ہی لمحے رینالڈ کی کٹی ہوئی گردن زمین پر پڑی ہوئی تھی اور جسم تڑپ رہا تھا، پھر جب لاش ٹھنڈی ہوئی تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس شیطان کو اُٹھا کر کھلے میدان میں پھینک دو۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے رینالڈ کا قصہ پاک کرنے کے بعد گائی آف لسگنان کی طرف دیکھا جو شدتِ خوف سے لرز رہا تھا۔ سلطان نے آگے بڑھ کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا،"بادشاہوں کو قتل کرنا بادشاہوں کا شیوہ نہیں ہوتا، رینالڈ تو حد سے گزر گیا تھا، اِس لئے اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچا، ابھی کچھ لوگ اور بھی ہیں کہ جن کے ساتھ بھی میں ایسا ہی سلوک کروں گا"۔ پھر سلطان نے ایسے دو سو امراء اور بادشاہوں کو قتل کرایا جو مذہبی جنون میں مبتلا تھے۔

شاہِ یروشلم اور خاص خاص عیسائی امراء کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے ہوئے اُنہیں جنگی قیدیوں کی حیثیت میں دمشق بھجوا دیا اور قید خانے کے محافظوں کو خاص ہدایت کی کہ گائی آف لسگنان کا پورا احترام کیا جائے۔

فتح بیت المقدس
بدست حضرت
سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی جنگی حکمتِ عملی کے سبب عیسائیوں کو اتنی مہلت نہ دی کہ وہ منتشر فوج کو دوبارہ جمع کر سکے۔ 8 جولائی 1187ء کو معرکۂ حطین کے صرف چار دن بعد ہی سلطان "عکہ" کی فصیل کے سامنے تھا۔ جمعۃ المبارک کو سلطان نے اس مسجد میں نماز ادا کی جسے 90 سال پہلے عیسائیوں نے گرجا میں تبدیل کر دیا تھا۔ سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی ملک تقی الدین عمر کو حکم بھیجا کہ وہ فوری طور پر اپنی فوج لے کر اس علاقہ میں پہنچے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان کے چند فوجی دستوں نے آگے بڑھ کر نظارت، صفوریہ اور الغولا پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے فوجی دستے ساحلِ سمندر پر حیفا اور قیساریہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح ملک تقی الدین عمر نے قاہرہ سے آتے وقت میرابیل اور جافا کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان صلاح الدین نے خود "تورون" کا محاصرہ کیا اور صرف 6 دن بعد 26 جولائی کو اُسے بھی فتح کر لیا۔ ہر جگہ سلطان نے عیسائی فوج اور شہر کی باعزت شرائط منظور کر لیں اور انہیں امان بخشی۔ عیسائی عوام کو بھی اس بات کا تجربہ ہو گیا تھا کہ یہ مسلمان مردِ مجاہد ہر طرح قابلِ اعتماد ہے۔ اب تک پورا فلسطین مسلمانوں کے زیرِ اقتدار آ چکا تھا، صرف ساحل کے شہر صور، عسقلان اور یروشلم باقی تھے۔

بالآخر سلطان صلاح الدین ایوبی نے 23 اگست 1187ء آگے بڑھ کر عسقلان کا بھی محاصرہ کر لیا۔ سلطان اپنی فطرت کے مطابق خونریزی اور جنگ و جدال سے حتی الامکان گریز کرتا تھا۔ عسقلان کے مسئلے کو حل کرنے کیلئے سلطان نے

تدبر اور سیاست سے کام لیتے ہوئے دمشق کے قید خانے سے شاہِ یروشلم کو عسقلان طلب کیا اور اُس سے کہا کہ وہ عسقلان کی فوج کو ہتھیار ڈالنے کیلئے پیشکش کرے، اُس کے بدلے میں عسقلان کے باشندوں کے ساتھ تجھے بھی رہائی دے دوں گا۔ گائی آف لسگنان نے عسقلان کے فوجی سالاروں کو سلطان کا پیغام بھیجا، مگر وہ نہ مانے۔

پندرہ دن تک عسقلان کی فوج نے سخت مزاحمت کی، مگر جب اُنہیں اندازہ ہو گیا کہ سلطان اپنی اس مہم کو انجام تک پہنچائے بغیر کسی طرح ٹلنے والا نہیں تو عسقلان کا ایک نمائندہ قلعہ سے نکل کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکر کی طرف بڑھا۔ یہ نمائندہ اپنے سالار گائی آف لسگنان کے نام خصوصی پیغام لایا تھا کہ اگر شاہِ یروشلم ہمارے جان و مال کی سلامتی کی ضمانت دے دیں تو ہم عسقلان کا قلعہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے حوالے کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ پیغام سن کر شاہِ یروشلم جو خود سلطان کی قید میں تھا، بڑی بیچارگی کے عالم میں سلطان کی طرف دیکھنے لگا۔ سلطان نے اُسے بڑے باوقار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا، آپ عسقلان کے باشندوں کی سلامتی کا وعدہ کر لیں، اُنہیں ہر ممکنہ سہولت فراہم کی جائے گی اور یہ ایک مردِ مؤمن کا وعدہ ہے اور پھر بروز جمعۃ المبارک 4 ستمبر 1187ء عسقلان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے شاہِ یروشلم کو دمشق سے اس لئے بلایا تھا کہ وہ عسقلان کی فوج سے مذاکرات کر کے بغیر لڑائی قلعہ خالی کرا دے۔ اگر شاہِ یروشلم کامیاب ہو جاتا تو اُسے بھی آزاد کر دیا جائے گا، لیکن عسقلان کے سالاروں نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا تھا۔ پھر جب وہ خود مجبور ہوئے تو اُنہوں نے شاہِ یروشلم سے درخواست کی وہ سلطان سے عیسائیوں کی سلامتی کی ضمانت طلب کرے۔ اس طرح

سلطان صلاح الدین ایوبی اور شاہِ یروشلم کے درمیان ہونے والا معاہدہ ختم ہو چکا تھا۔ اگر سلطان چاہتا تو زندگی بھر گائی آف لسگنان کو اپنی قید میں رکھتا لیکن سلطان فطری طور پر انتہائی اعلیٰ ظرف اور رحم دل انسان تھا۔

عسقلان کے قلعہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد شاہِ یروشلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ''ہماری اس فتح میں تمہاری کسی کوشش یا تدبیر کا کوئی دخل نہیں، لیکن پھر بھی میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی سچائی اور دیانتداری موجود ہے تو یروشلم جا کے اپنی قوم کو بتانا کہ ہم مسلمان کس طرح وعدہ وفا کرتے ہیں؟''۔ اس کے بعد سلطان نے گائی آف لسگنان اور اُس کے تمام امراء کو رہا کرنے کے ساتھ سفر کی تمام سہولتیں بھی فراہم کیں۔

عسقلان پر قبضہ ہوتے ہی یروشلم "بیت المقدس" کے باشندوں کو یقین ہو گیا تھا کہ سلطان کا اگلا ھدف یہی شہرِ مقدس ہوگا۔ اس لئے یروشلم کے معزز شہریوں کا ایک وفد سلطان کی خدمت میں صلح کی درخواست لے کر آیا۔

سلطان نے عیسائی وفد کی گفتگو بہت غور سے سنی، پھر انتہائی باوقار لہجے میں وفد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ''اصولی طور پر تو تم یہ جنگ ہار چکے ہو، اور ہارے ہوئے لوگ اپنا ہر اختیار اور استحقاق کھو بیٹھتے ہیں، اس لئے بہتر ہے تم سکون و سلامتی کے ساتھ یروشلم کو خالی کر دو''۔

سلطان کا جواب سن کر عیسائی وفد کے ایک رکن نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا، یہ سلطان کا خیال ہے کہ عیسائی جنگ ہار چکے ہیں، ہم اپنے شہرِ مقدس کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔

سلطانِ معظم نے اس بات پر مسکراتے ہوئے جواب دیا، ''بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اوّل رہ چکا ہے، اس لئے یہ مقام ہمارے نزدیک اتنا ہی متبرک ہے جتنا کہ تم اِسے مقدس تصور کرتے ہو''۔ اس لئے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اپنی مرضی سے نہ اس کا محاصرہ کروں گا اور نہ حملہ کی غرض سے میری فوجیں یلغار کریں گی، میں تمہیں ایک ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔

اس عرصہ میں تم اپنے شہر کو جس قدر مضبوط کر سکتے ہو، کر لو، اگر تمہیں کہیں سے فوجی امداد کی توقع ہے، وہ بھی حاصل کر لو اور اگر تم ایک ماہ تک اپنا دفاع کرنے کے قابل نہ ہو سکو تو پھر خاموشی سے اس شہر کو چھوڑ دینا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب لوگوں کو تمہیں تمہارے مال و اسباب کے ساتھ بحفاظت عیسائی علاقوں میں پہنچا دوں گا۔

اس فراخدلانہ پیشکش کے جواب میں ایک اور رُکن نے کہا، ''اگر خداوند خدا کو منظور ہے تو ہم یہ شہر ہرگز تمہارے حوالے نہیں کریں گے کیونکہ اس شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہماری خاطر اپنی جان قربان کی تھی''۔

عیسائی وفد کے رکن کی بات کے جواب میں سلطان نے کہا، میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں، ہر شخص کو اپنے مذہبی پیشوا کے ساتھ اتنا ہی مخلص ہونا چاہئے، مگر تم پر یہ واضح رہے کہ اس شہرِ مقدس کو میرے آقا ﷺ کے ساتھ بھی ایک خاص نسبت ہے، کیونکہ سرورِ کونین ﷺ نے مسجد اقصیٰ سے ہی اپنا سفرِ معراج شروع کیا تھا اور سن لو اس لئے میں اس شہر کو حاصل کئے بغیر سکون سے نہیں رہ سکتا اور اگر تم امن و سلامتی کے ساتھ شہر خالی نہیں کر سکتے تو میں قسم کھاتا ہوں، کہ یروشلم کی حرمت کو کوئی

نقصان پہنچائے بغیر میں اُسے فتح کرلوں گا، ان شاء اللہ العزیز۔

20 ستمبر 1187ء کو سلطان صلاح الدین یروشلم کی فصیلوں تک پہنچ گیا۔ 75 دن کی قلیل مدت میں اسلامی لشکر نے پوری صلیبی سلطنت کو مغلوب کرلیا تھا۔ بس اب آخری منزل بیت المقدس شریف تھی، جسے سلطان نے بغیر خونریزی کے فتح کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ پھر یروشلم کے باسیوں نے ڈوبتے دلوں اور بجھتی آنکھوں کے ساتھ دیکھا کہ "جبل زیتون" پر اسلامی پرچم لہرا رہے ہیں۔

40 منجنیقیں نصب کی جاچکی ہیں، دس ہزار سوار "استیفن" اور "جوزافت" کے دروازوں کا محاصرہ کرچکے ہیں اور دو دن کے مختصر عرصہ میں فصیل کے اندر بھی 20 گز لمبی سرنگ لگالی گئی ہے۔ یروشلم اپنے انجام کے قریب پہنچا جارہا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر عیسائیوں نے نقب زنوں کو روکنے کیلئے بھرپور حملہ کیا، مگر سلطان کے جانبازوں نے اُنہیں مار بھگایا، اُن کے بھاگتے ہی یروشلم کے باشندوں کو یقین آگیا تھا کہ اب اُن کی آزادی کے دن پورے ہوچکے ہیں۔

مسلمان نقب زنوں کے ذریعے فصیل میں لگایا جانے والا شگاف بڑھتا ہی جارہا تھا، بس چند گھنٹوں کی بات تھی کہ اُس کے بعد لشکرِ اسلام بیت المقدس میں داخل ہوجاتا اور پھر یہ شہرِ مقدس اہلِ ایمان کے رحم وکرم پر ہوتا۔ اب یروشلم کی عوام کا صرف ایک ہی مطالبہ تھا کہ خونریزی سے بچنے کیلئے ہتھیار ڈال دیئے جائیں۔

بالآخر بطریق اعظم ہرقیولس اور دوسرے فوجی سالاروں نے ایک فریب کار عیسائی "بالیان" کو صلح کا پیغام دے کر سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس بھیجا۔ جب بالیان سلطان کے خیمے میں پہنچا تو بہت دیر ہوچکی تھی۔ مسلمان جانبازوں نے

شگاف میں داخل ہوکر یروشلم کی فصیل پر اسلامی پرچم نصب کردیا تھا۔ بالیان کو اپنے سامنے پاکر سلطان نے انتہائی غصہ میں اُس سے کہا "تم بھی بڑے عجیب لوگ ہو، جب ہار جاتے ہو تو پیروں پر سر رکھ کر زندگی کی بھیک مانگتے ہو اور پھر جب تمہیں بخش دیا جاتا ہے تو اُس بدترین احسان فراموشی کا مظاہرہ کرتے ہو کہ جس کی دوسری مثال نہیں ملتی، اب کون سا فریب کار منصوبہ لے کر میرے پاس آئے ہو؟"

جواب میں بالیان نے کہا، "میں اپنی قوم کے نمائندے کی حیثیت سے صلح کا پیغام لے کر آیا ہوں"۔ بالیان کی بات سن کر سلطان مسکرایا اور کہا، "کیا تم نے اپنے شہر کی فصیل پر اسلامی پرچم لہراتے ہوئے نہیں دیکھا؟، کیا کبھی دنیا کی تاریخ میں ایسا ہوا ہے کہ شکست کھا جانے کے بعد کسی قوم نے صلح کا پیغام بھیجا ہو؟ یہ تو جنگ کا فیصلہ ہونے سے پہلے کا مرحلہ ہوتا ہے۔"

مذکورہ گفتگو کے بعد سلطانِ معظم نے اپنی افواج کے کمانڈروں سے مشورہ کیا، پھر سلطان نے بالیان کے سامنے اپنی شرائط رکھ دیں اور کہا "اگر یروشلم کے سپاہی اِس طرح ہتھیار ڈال دیں کہ جیسے یہ شہر حملے کے بعد فتح ہوا ہے تو تب میری اُٹھائی ہوئی قسم پوری ہوسکتی ہے اور اس صورت میں شہریوں کو جنگی قیدی تصور کیا جائے گا، ہر مرد کو آزادی حاصل کرنے کیلئے دس، ہر عورت کو پانچ اور ہر بچے کو ایک اشرفی ادا کرنا ہوگی، ایسے مفلس عیسائی جن کے پاس ایک اشرفی بھی نہ ہو، وہ اُس رقم کے بدلے میں آزاد کردیئے جائیں گے جو یروشلم کے بادشاہ کے خزانے میں موجود ہے، شہر خالی کرنے اور فدیہ ادا کرنے کیلئے چالیس دن کی مہلت دی جائے گی۔ اس مدت کے بعد جو لوگ باقی رہ جائیں گے وہ غلام شمار کئے جائیں گے"۔

بالیان نے واپس جا کر یروشلم کے حکمرانوں اور فوجی سالاروں کے سامنے سلطان صلاح الدین ایوبی کا شرائط نامہ پیش کر دیا، اگرچہ یہ شرائط نامہ غلامی کی کسی دستاویز سے کم نہ تھا، لیکن اب صلیبیوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا کہ وہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی پیش کردہ ایک ایک شرط قبول نہ کرتے۔ بالآخر 2 اکتوبر 1187ء ہتھیار ڈالنے کے شرائط نامہ پر دستخط ہو گئے۔

عجیب اتفاق ہے کہ جس روز اس معاہدہ پر دستخط ہوئے، اُس دن رجب کی 27 تاریخ یعنی شب معراج تھی۔ یقیناً یہ قدرت کی طرف سے ایک طے شدہ عمل تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شب معراج کی مقدس رات کو بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ یہ سلطان کے جذبۂ صادق اور حسنِ نیت کا عظیم صلہ تھا جو اُسے حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا۔

جب یروشلم سے تمام صلیبی نکل گئے اور صرف وہ لوگ رہ گئے جنہوں نے زرِ فدیہ ادا کر کے وہاں رہنے کی اجازت حاصل کر لی تھی اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے مقاماتِ مقدسہ کی صفائی کا حکم جاری کیا، "صخرۂ مقدس" کے گنبد سے سنہری صلیب اُتار لی گئی۔ مسجد اقصیٰ کے قرب و جوار میں جہاں مسجد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھی، ٹمپلرز کی بنائی ہوئی عمارتوں کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی شہر سے باہر خیمہ زن تھے۔ دوسرے علاقوں سے آنے والے مسلمان علماء کے وفود وہیں ٹھہرتے، تلاوتِ قرآن پاک اور حمد و نعت کی محفلیں آراستہ ہوتیں۔ پھر ایسے مدحیہ اشعار پڑھے جاتے جن میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے اس تاریخ ساز کارنامے کی تعریف شامل ہوتی۔

سلطان کی مسجدِ اقصیٰ میں جمعۃ المبارک کی ادائیگی

جب بیت المقدس کی صفائی کا کام مکمل ہو گیا تو بروز جمعۃ المبارک 19 اکتوبر 1187ء کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے اہلِ ایمان کی عظیم جماعت کے ساتھ مسجدِ اقصیٰ میں نماز ادا کی۔ قاضی القضاۃ نے خطبہ پڑھا جس میں دینِ متین کی فتح اور خانۂ خدا کی تطہیر پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر دُرود و سلام بھیجا گیا۔ اس کے بعد حلب کے قاضی نے انتہائی پُرسوز لہجے میں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے اہلِ ایمان! اللہ عزوجل تمہارے اعمال سے بہت خوش ہوا ہے...... وہ بڑی شان و قدرت والا ہے...... عیسائیوں نے اس مقامِ مقدس پر تقریباً ایک صدی تک قبضہ جمائے رکھا...... پاک ہے وہ ذات جس نے تمہارے ذریعے انھیں اس شہر سے بے دخل کر دیا...... اہلِ ایمان! تمہیں اس محترم گھر کی تطہیر پر ناز کرنا چاہئے...... یہ وہ مقام ہے جہاں سے سرکارِ دو عالم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے...... یہی اسلام کا اولین قبلہ ہے، جس کی طرف منہ کر کے تم نماز پڑھا کرتے تھے...... تم نے اسلام کی عظمت و سربلندی کی خاطر قادسیہ، یرموک، خیبر اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شاندار روایتوں کی یاد تازہ کر دی ہے...... اور اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری قربانی کو قبول کرے...... اور جنۃ الفردوس کو ہمیشہ کیلئے تمہارا مقدر بنا دے۔"

حلب کے قاضی القضاۃ کا خطبہ اس قدر اثر انگیز تھا، کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ نمازِ جمعہ میں شریک تمام اہلِ ایمان زار و قطار رو رہے تھے۔ اس کے بعد قاضی القضاۃ نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے حق میں اس طرح دُعا کی۔

''یارب العالمین! اپنے ممنونِ احسان بندے، اپنی بخشش وعطاء کے شکرگزار بندے، حامیِ دین، محافظِ ارضِ مقدس، امیر المومنین، ابوالمظفر صلاح الدین یوسف بن ایوب کی سلطنت میں اضافہ فرما۔ فرشتے اس کے جھنڈوں کے گرد جمع رہیں، اسلام کی بہتری اور بہبود کیلئے اس کی عمر دراز فرما۔ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی حفاظت فرما۔ تو نے اس کے ذریعے اسلام کو ایک مستقل فائدہ بخشا ہے، اسے سالہاسال تک قائم رکھ۔ اسے ابدی سلطنت عطا فرما اور اس کی دعائیں قبول فرما۔''

منبر سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی القضاۃ کی دُعا کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے خدام سے ایک انتہائی خوش نما نقش ونگار والا منبر منگایا اور اپنے ہاتھ سے اُسے مسجد اقصیٰ میں اُس مقام پر رکھا جہاں کھڑے ہوکر امام صاحب خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہ وہی نادرِ روزگار منبر تھا جسے مسجدِ اقصیٰ کیلئے سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے 20 سال قبل بطورِ خاص بنوایا تھا۔ سلطانِ عادل کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ وہ مسجدِ اقصیٰ میں نمازِ جمعہ پڑھیں اور اِس منبر پر کھڑے ہوکر اہلِ ایمان سے خطاب کریں مگر وقت نے اُن کو اتنی مہلت نہ دی۔ پھر انتقال سے پہلے سلطانِ عادل نے صلاح الدین ایوبی سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ اس منبر کو مسجدِ اقصیٰ میں اپنے ہاتھوں سے نصب کرے گا اور یہ اُسی صورت میں ممکن تھا کہ

مسلمان ایک فاتح کی حیثیت سے بیت المقدس میں داخل ہوتے۔

بالآخر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بے مثال فضل وکرم سے مسلمانوں کو یہ تاریخ ساز دن دکھایا اور سلطان نے اپنے ہاتھوں سے منبر نصب کرکے بارگاہِ رب العزت میں دُعاؤں کیلئے ہاتھ پھیلا دیئے۔

''اے اللہ! میری زبان تیرا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے کہ تو نے مجھ جیسے گناہگار اور کمزور بندے کو ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائی۔ تو میرے آقا سلطان نور الدین زنگی پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما کہ وہ زندگی بھر اسلام کی سربلندی کیلئے کوشاں رہے۔''

اس پُرکیف وروح پرور دُعا میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ قاضی القضاۃ اور دوسرے نمازی بھی شریک تھے۔ بہت دیر تک اہل ایمان کی آنکھوں میں آنسو بہتے رہے اور اُن کی پُرسوز آوازیں مسجد اقصیٰ کی فضا میں گونجتی رہیں۔

اِس دُعا مبارکہ کے بعد ایک بہترین خطاط کا تحریر کردہ خوبصورت کتبہ مسجدِ اقصیٰ شریف کے دروازے پر نصب کیا گیا جس پر یہ تحریر تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے صلاح الدین یوسف بن ایوب نے مسجدِ اقصیٰ کی تجدید اور اُس کی محرابِ مقدس کی مرمت کا حکم دیا جب اللہ تعالیٰ نے اُسے فتح نصیب فرمائی۔ اُس کی دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اُسے اپنے احسانات کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے رحم وکرم سے اُس کے گناہ معاف فرمائے۔ آمین

عکس منبر سلطان نور الدین زنگی

(مذکورہ بالا منبر تقریباً آٹھ سو سال تک مسجدِ اقصیٰ شریف کی زینت بنا رہا، 1969ء میں مسجدِ اقصیٰ شریف میں لگنے والی آگ کے نتیجے میں اس منبر کو شدید نقصان پہنچا، جس کے بقیہ حصوں کو ایک میوزیم میں محفوظ کر دیا گیا)

بیت المقدس شریف کی تاریخ ساز فتح کے بعد سلطان ایک ماہ تک بیت المقدس میں مقیم رہ کر انتظامی امور درست کرتا رہا، واپس دمشق پہنچنے پر اہلیانِ دمشق نے اپنے سلطانِ معظم کا نہایت دھوم دھام سے استقبال کیا۔

فتح بیت المقدس کے بعد 761 سال مسلمانوں کا مسلسل قبضہ رہا، تا آنکہ 1948ء میں یہود و نصاریٰ کی سازشوں کے نتیجے میں فلسطین کے علاقے میں یہودی سلطنت قائم کی گئی اور بیت المقدس کا نصف حصہ یہودیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور بالآخر 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیلیوں نے قبضہ کر لیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی حج کی سعادت حاصل کرنے کی شدید خواہش تھی، لیکن جہاد میں شدید مصروفیت کے باعث وہ یہ شرف حاصل نہ کر سکے، لیکن سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سلطان کو اپنے آقا سلطان نور الدین زنگی کی ہمراہی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے حکمِ مبارک پر جب سلطان نور الدین زنگی اُن دو نصرانیوں کا کام تمام کرنے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے تو سلطان صلاح الدین ایوبی اُس قافلہ میں شریک تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی کرامت

سلطان صلاح الدین ایوبی کے وقتِ وصال سے پہلے کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ بہت بڑے مجاہدِ اسلام ہیں لیکن آپ شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز نہ ہو سکے۔ جس پر سلطانِ معظم نے جواب دیا کہ ساری زندگی میری یہ خواہش رہی کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں لیکن دشمن کی تلوار میری گردن کو مس بھی نہ کر سکی۔ سوال کرنے والے نے پوچھا، کہ وہ کیوں؟ جس پر سلطان نے جواب دیا ''میرے والد مجھے بچپن میں شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے تھے اور دُعا کی درخواست کی تھی۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنا دستِ مبارک میری گردن پر رکھا تھا اور دُعا فرمائی تھی کہ ان شاء اللہ یہ بچہ تاریخ عالم کا ایک نامور مجاہد ہوگا اور خداوند تعالیٰ اُس کے

ہاتھ سے بڑی بڑی فتوحات کرائے گا تو کس طرح دشمن کی تلوار اُس گردن کو چھو سکتی تھی جس گردن کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت ہاتھوں نے مس فرمایا تھا۔"

سلطانِ اسلام بھی بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو گئے

سلطان صلاح الدین ایوبی 20 فروری 1193ء دمشق شہر سے باہر اُن زائرین کے استقبال کیلئے تشریف لائے جو حج کی سعادت حاصل کر کے واپس دمشق لوٹ رہے تھے۔ چند دن صفراوی بخار میں مبتلا رہے۔ 4 مارچ 1193ء صبحِ صادق کے وقت حضرت امام ابوجعفر القرطبی آپ کے پاس بیٹھے تلاوت فرما رہے تھے۔ سلطان کے اردگرد اُس کے صاحبزادے، دوست احباب اور منتظمین بیٹھے یہ روح پرور منظر دیکھ رہے تھے کہ جب قاری صاحب قرآن پاک کی سورۃ التوبہ کی آخری آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے اور جب یہ کہا "**لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ**" تو سلطانِ معظم نے تبسم فرمایا جس سے اُن کے چہرے پر ایک عجیب مسکراہٹ آ گئی اور اُن کا چہرہ نور سے جگمگا اُٹھا اور جب قاری صاحب نے یہ پڑھا "**عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ**" تو یہ سننے کے بعد سلطان بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو گئے۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ**

سلطان کی نماز جنازہ اور آخری آرام گاہ

خطیب الدولعی نے سلطان کے جسدِ اقدس کو غسل دیا، پھر ایک تابوت میں رکھا گیا اور جب تابوتِ مبارک کو اُٹھا کر باہر لایا گیا تو چیخ و پکار سے ایک کہرام مچ گیا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ساری دنیا یک زبان ہو کر گریہ وزاری کر رہی تھی۔ مشہور مؤرخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے وصال کا دن اتنا افسردہ اور تکلیف دہ تھا کہ ایسا تکلیف دہ دن اسلام اور مسلمانوں پر خلفائے راشدین

کے وصال کے بعد کبھی نہیں آیا تھا۔ سلطانِ معظم کو مشہورِ زمانہ "**اموی مسجد**" کے نواح میں واقع ایک خوبصورت باغ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سلطان کے درجات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

شہرِ دمشق میں حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کے مزارِ مبارک کا خوبصورت و دلکش فضائی منظر

اکابر علمائے کرام نے لکھا کہ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہو کر دُعا کی جائے تو ان شاء اللہ العزیز وہ دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اِس عظیم بارگاہ میں کھڑے ہم اپنی قسمت پر ناز کر رہے تھے۔ دنیا میں بہت کم ایسے بادشاہ ہوئے ہیں کہ جن کی آخری آرام گاہوں کو مزاراتِ مبارکہ سے یاد کیا جاتا ہو۔ اُن بادشاہوں کے مزاراتِ مبارکہ میں سے ایک مزار فاتح بیت المقدس، سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ دمشق کے اکثر زائرین یہاں حاضری کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔

حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کو اس بارگاہ مبارکہ میں کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہوا اور یقیناً یہ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی تصرف ہے کہ اس بندہ ناچیز نے ان کے حضور چھ بار حاضری کی سعادت حاصل کرلی ہے۔ اس مقام پر حاضری کے بعد الوداعی دعا کے بعد باہر آ گئے۔

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں جنگ بدر کے دن اسلام قبول کیا۔ جب معاہدہ مؤاخات ہوا، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کے بھائی بنے اور انہی کے پاس قیام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ فتنوں کی آندھیوں میں اللہ کا چراغ ملک شام میں محفوظ رہے گا۔

اسی بناء پر آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت لیکر حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ دمشق تشریف لے آئے تھے۔ مدتوں جامع دمشق میں درس قرآن دیتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب بھی دمشق سے باہر جاتے تو ان کو اپنا قائم مقام مقرر فرماتے تھے۔

سلطان رکن الدین بیبرس

دمشق میں مدفون اسلامی سلاطین میں تین سلاطین کے مقابر اہم و مشہور ہیں۔ سلطان نور الدین زنگی، سلطان صلاح الدین ایوبی اور سلطان رکن الدین بیبرس۔

سلطان رکن الدین بیبرس مملوک سلطنت کا نامور حکمران جس نے سترہ سال تک مصر و شام پر حکومت کی۔ یہ سلطان نسلاً ایک قفچاق ترک تھا جسے غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا تھا۔ اس کا پہلا آقا امیر علاؤ الدین بندقدار تھا۔ اس لئے اس کا لقب "بندقداری" بھی تھا۔ سلطان بیبرس، ہلاکو خان اور دہلی کے غیاث الدین بلبن کا ہم عصر تھا۔ ساتویں صلیبی جنگ فرانس کے لوئس نہم اور 1260ء میں جنگ "عین جالوت" میں منگولوں کو شکست دینے والا لشکروں کا کمانڈر تھا۔ سلطان رکن الدین بیبرس کا ایک اور مشہور لقب "الملک الظاہر" بھی تھا۔ سلطان بڑا بہادر، جرات مند اور اولوالعزم حکمران تھا۔ سلطان جنگوں میں بنفس نفیس شرکت کرتا تھا۔ اس کے عہد حکومت سے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

سلطان رکن الدین بیبرس کا سب سے بڑا کارنامہ

بغداد کو تباہ کرنے کے بعد ہلاکو خان جب فوجیں لے کر شام کی طرف بڑھا تو سلطان رکن الدین بیبرس نے ایک دوسرے مملوک سردار سیف الدین قطز کے ساتھ مل کر عین جالوت کے مقام پر ان کو فیصلہ کن شکست دی تھی اور شام سے منگول فوجوں کو نکال دیا تھا۔ سلطان رکن الدین بیبرس کا یہ کارنامہ ناقابل فراموش ہے کیونکہ اس نے اپنی جنگ حکمتِ عملی کے باعث مصر و شام کو منگولوں کی تباہ کاریوں سے بچالیا تھا۔

سلطان کے سترہ سالہ عہد حکومت میں مجموعی طور پر ملک شام پر اڑتیس مرتبہ

فوج کشی ہوئی۔منگولوں سے جو (9) لڑائیاں ہوئیں۔اس میں سے صرف آخری کی ابتداء سلطان کی طرف سے ہوئی اور باقی آٹھ جنگوں کی نوعیت جوابی حملوں کی سی تھی۔ فرنگیوں کو اکیس شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سلطان رکن الدین بیبرس خود بھی اسلامی تعلیمات کا پابند تھا اور اپنی سلطنت میں اسلامی احکام پر عمل کروانے کی بھی بھرپور کوشش کرتا تھا۔ حج سے پہلے مصر سے غلاف کعبہ کو مکہ مکرمہ لے جانے کی رسم کا آغاز بھی سلطان رکن الدین بیبرس کے زمانے میں ہوا۔ مدینہ منورہ کے حوالے سے بھی سلطان رکن الدین بیبرس کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

سلطان رکن الدین بیبرس نے مسجد نبوی شریف کے لئے 666ھ میں ایک منبر شریف بنوا کر ارسال کیا۔اس منبر کے نو زینے تھے اور منبر کی دائیں جانب اس کے بنانے والے بڑھئی کا نام بھی تحریر تھا۔ یہ نیک طینت بڑھئی خود اس منبر شریف کو لے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور کمال کاریگری سے اس منبر کو نصب کیا۔جس پر 797ھ تک یعنی 132 سال تک خطبہ دیا جاتا رہا۔

سلطان رکن الدین بیبرس نے 688ھ میں حجرہ نبویہ ﷺ کی تعظیم اور تقدس کے پیش نظر لکڑی کا ایک جالی دار جنگلہ حجرہ مبارکہ کے اطراف نصب کیا۔جس کی اونچائی تین میٹر تھی۔اس جنگلہ کے تین دروازے بھی رکھے گئے۔اس طرح حجرہ مبارکہ کہ ایک جنگلہ کے اندر مقصور ہونے کے بعد "مقصورہ شریف" کے نام سے مشہور ہوگیا۔

قدیم دمشق میں مسجد اُموی کے قریب باب البرید میں واقع مکتبہ ظاہریہ کے اندر سلطان رکن الدین بیبرس کا مزار مبارک ہے۔

سیدۃ رقیہ ؓ بنت امام حسین ؓ

مسجد اُموی سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر ایک گلی میں شہید کربلا سیدنا امام حسین ؓ کی صاحبزادی سیدۃ رقیہ ؓ کا مزار پرانوار ہے۔آپ ؓ میدان کربلا سے حالت بیماری میں واپس لوٹی تھیں اور دمشق میں ہی آپ ؓ کا انتقال ہوا۔آپ ؓ کا مزار مبارک انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز میں تعمیر ہوا ہے۔ اعلیٰ قسم کے فانوس اور بہترین قالین اندر اور باہر بچھے ہوئے ہیں اور زائرین کا ہر وقت بے پناہ رش ہوتا ہے۔

مزار مبارک کے اندر کا ماحول بھی بڑا پُرکیف و پُررقت ہوتا ہے اور ایک عام انسان پر بھی ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔زائرین مزار مبارک کے چاروں اطراف میں بیٹھے ذکرو اذکار اور نوافل میں مصروف نظر آتے ہیں۔

دمشق میں آج کی زیارات مقدسہ کے بعد واپس اپنی رہائش گاہ پہنچے، نماز مغرب حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کی قیادت میں ادا کی۔ ملک شام کے تازہ پھلوں اور چائے و کافی سے لطف اندوز ہوئے۔حضور قبلہ نے اگلا پروگرام یوں ترتیب دیا کہ نماز عشاء کا وقت قریب ہے، اس لئے نماز کی ادائیگی کے بعد سیدۃ زینب ؓ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کیلئے روانہ ہونا ہے۔

اہل بیت کی باعظمت اور صبر و تحمل کی پیکر سیدہ زینب ؓ

حضور قبلہ کی قیادت میں نماز عشاء ادا کی اور گاڑی میں سوار ہو کر سیدۃ زینب ؓ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کیلئے روانہ ہوئے۔ کچھ ہی دیر میں آپ کے مزار مبارک کا سنہری چمکتا دمکتا گنبد ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔حضور شہزادہ غوث

الثقلین نے مزار مبارک کے صدر دروازے کی چوکھٹ کو چوما اور اندر حاضر ہوئے اور ایک طویل وقت تک آپ کے مزار اقدس کی جالی مبارک کے سامنے کھڑے رہے۔ پھر ہم سب مل کر ایک مقام پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے جملہ مریدین اور احباب کے نام لے کر اور بغیر ناموں کے انتہائی رقت آمیز لہجے میں اجتماعی دعا کی۔ جس پر یہ بندہ ناچیز آمین کہتا رہا۔

حضرت سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا، سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی اور سرکار دو عالم ﷺ کی نواسی ہیں۔ 6 ہجری مدینہ منورہ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ واقعہ کربلا کی خواتین میں سب سے نمایاں خاتون تھی آپ کے مشہور القاب ثانی زہرا، نابغۃ الزہرا، عقیلہ بنی ہاشم، نائبۃ الحسین، صدیقۃ صغریٰ، شریکۃ الحسین اور راضیۃ بالقضاء والقدر ہیں۔ سانحہ کربلا کے بعد بطلۃ کربلاء (کربلا کی جوانمرد) کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

یہی وہ باعظمت اور صبر وتحمل کی پیکر عظیم خاتون ہیں جو میدان کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں اور جنہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے کاروان اہل بیت کو لٹتے ہوئے دیکھا۔ یہی وہ صابرہ ہیں جنہوں نے چمن زہرہ کے مہکتے پھولوں کو میدان کربلا میں یزیدی لشکر کے ظلم وستم کا شکار ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہی وہ عظیم خاتون ہیں جنہوں نے باوجود مصائب وآلام کے بادلوں میں گھر جانے اور مظالم کے پہاڑوں تلے دب جانے کے باوجود بھی صبر واستقلال کا دامن نہیں چھوڑا تھا اور پھر اس لٹے ہوئے قافلہ کی سربراہی کرتے ہوئے دمشق پہنچیں اور یزید کے سامنے ایسی تقریر کی جس کے الفاظ رہتی دنیا تک کتابوں کی زینت بنے رہیں گے۔

گھر لٹانا، جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے

جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہل بیت

سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک نہایت خوبصورت انداز میں بنا ہوا ہے۔ بہترین قسم کے فانوس چھتوں پر آویزاں ہیں اور ہر طرف رنگا رنگ بہترین قالین بچھے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر مختلف رنگوں میں شیشہ، کرسٹل اور کاشی کا کام کیا ہوا ہے جو ایک عجیب نور کا سماں پیش کرتا ہے۔

سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کا مزار دمشق میں؟ یا مصر میں؟

سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کا روضہ مبارک دنیا کی خوبصورت ترین عمارات میں شمار ہوتا ہے۔ دمشق میں بھی موجود ہے لیکن اہل مصر تحقیق کے بعد اس بات پر مُصر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک مصر میں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دمشق میں یہ روضہ آپ رضی اللہ عنہا کا مقامِ قیام یا مقامِ عبادت رہا ہو اور مصر میں آپ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ہو۔ لیکن بزرگوں سے منسوب ہر چیز قابل احترام اور اس کے اپنے فیوض وبرکات ہوتے ہیں۔

بارگاہ سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا میں طویل حاضری اور دعاؤں کے بعد شہزادہ غوث الثقلین کی ہمراہی میں الوداعی سلام پیش کیا، پھر آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے ہوئے باہر صحن میں آئے اور مرکزی دروازے سے ہوتے ہوئے احاطہ مزار سے باہر آ پہنچے اور واپس اپنی رہائش گاہ روانہ ہوئے۔

رہائش گاہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا ہے اور کل بروز جمعۃ المبارک 15 اکتوبر 2004ء پہلا روزہ ہوگا۔ زیارات کا پروگرام ترتیب دیا اور حضور قبلہ نے فرمایا کہ کل کا جمعۃ المبارک عظیم اسلامی وتاریخ "جامع مسجد

اُمـــوی" میں ادا کریں گے۔ سرزمین دمشق کی پہلی سحری کی اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد سو گئے۔

دمشق کی چند اہم و مشہور مساجد

دمشق میں بے شمار قدیم و جدید مذہبی و تاریخی اہمیت کی مساجد لائق زیارت ہیں۔ جن میں مسجد سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا، مسجد سیدۃ رقیہ رضی اللہ عنہا، مسجد سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ، جامع بنو امیہ، مسجد نبی ہابیل علیہ السلام، مسجد مراد پاشا، تکیہ مسجد، درویش پاشا مسجد اور یلبوغہ مسجد سرفہرست ہیں۔

دنیائے اسلام کی قدیم ترین مسجد "جامع اُموی"

اس قدیم و تاریخی مسجد کا پورا نام "جامع بنو امیہ الکبیر" اور اختصار سے "جامع اُموی" ہے۔ مسجد حرام، مسجد نبوی شریف اور مسجد اقصیٰ کے بعد چوتھے نمبر پر مساجد اسلام میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ دنیا کے عجائبات اسلام میں سے ایک ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دنیا کے پانچ عجائبات میں سے ایک شمار کیا ہے۔ اس مسجد کی ابتدائی صورت کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ آرامیوں کا ایک معبد تھا۔ نصاریٰ نے اسے گرجا یعنی کلیسا میں تبدیل کر کے اس کا نام "یوحنا" رکھ دیا جو کہ ایک طویل عرصہ تک نصرانیوں کے زیر تصرف رہا۔

مسجد اور کلیسا ساتھ ساتھ

جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں کہ قدیم شہر دمشق جب فتح ہوا تو اس کی صورتحال ایسی تھی کہ باب شرقی سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر شہر فتح کرتے ہوئے آرہے ہیں اور دوسری طرف سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ صلح کے ساتھ شہر میں

داخل ہو رہے ہیں۔ ان دونوں عظیم شخصیات کی ملاقات بھی "یوحنا" کے اس کلیسا کے عین وسط میں ہوئی، اس کے لیے یہ کلیسا بھی دو حصوں میں بٹ گیا۔ کلیسا کا جو حصہ لڑائی سے فتح ہوا تھا اس حصہ میں مسلمانوں نے اپنے اختیار کے تحت یہاں مسجد بنالی۔ جبکہ کلیسا کا باقی آدھا حصہ جو صلح سے فتح ہوا تھا معاہدہ کے مطابق وہ کلیسا ہی باقی رہا اور سالہا سال تک مسجد اور کلیسا ساتھ ساتھ قائم رہے۔

86ھ میں جب اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے نظام حکومت سنبھالا تو اس نے ارادہ کیا کہ ایک ایسی مسجد تعمیر کی جائے جس کی مثال پورے مشرق میں نہ ہو۔ خلیفہ نے کلیسا "یوحنا" کے نگرانوں کو بلا کر منہ مانگی رقم کی پیشکش کی۔ مگر وہ نہ راضی ہوئے۔ خلیفہ نے باب توما کے باہر ایک بہت بڑے کلیسا کو منہدم کر کے وہاں مسجد بنانے کا اعلان کر دیا، تو پھر عیسائیوں نے اپنے اس بڑے کلیسا کو "کلیسا یوحنا" پر ترجیح دی اور اس کلیسا سے دستبرداری کا اعلان کیا۔

یوحنا کلیسا کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد خلیفہ وقت نے جب گرانے کا ارادہ کیا تو عیسائیوں نے آ کر کہا، ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ جو اس کلیسا کو گرانے کی کوشش کرے گا وہ پاگل ہو جائے گا۔ یہ سن کر خلیفہ وقت غصہ میں آ گیا کہ اگر یہ بات ہے تو میں خود اپنے ہاتھوں سے اس کو گراؤں گا۔ چناچہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے پہلی کدال خود ماری۔ پھر اس کو مکمل منہدم کر دیا گیا۔

اس مسجد کی تعمیر میں ایرانی، ہندی اور رومی کاریگروں نے حصہ لیا۔ بازنطینی بادشاہ نے مسجد کی تزئین و آرائش کیلئے 100 یونانی کاریگر بھیجے۔ فن تعمیر کے لحاظ سے یہ اس دور کی خوبصورت ترین اور عالی شان مسجد تھی۔ جامعہ اُموی کے تین مینار ہیں،

ایک مشرقی، دوسرا غربی اور تیسرا شمالی۔

مسجد اُموی میں اہل سنت کے چاروں فقہی مسالک کا خیال کرتے ہوئے چار محرابیں اور چار مصلے بنائے گئے۔ سب سے بڑا محراب حنفی امام کیلئے مختص تھا۔ مساجد میں محراب بنانے کا رواج اسی مسجد سے شروع ہوا تھا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اس مسجد کے چار دروازے بنائے۔ مشرقی دروازے کا نام باب جیرون، مغربی دروازے کا نام باب البرید (یہ تمام دروازوں سے خوبصورت اور بارونق ہے، اکثر شعراء نے اس دروازے کے بارے میں بے شمار اشعار کہے ہیں) جانب قبلہ دروازے کا نام باب الزیادہ اور اس کے مقابل دروازے کا نام باب الناطفیین ہے۔

780ھ جامع اُموی میں مزید توسیع ہوئی اور ضروری تبدیلیاں عمل میں آئی محرابی قبہ کے نیچے حکمرانوں کے لیے ایک مقصورہ بنایا گیا جو زمانہ مابعد شاہی مسجدوں کا ضروری حصہ بن گیا۔ مقصورہ میں حاکم اعلیٰ نماز ادا کیا کرتا تھا۔

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کہا کرتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی نے میرے ہاتھوں مسجد نبوی شریف، جامع اُموی اور مسجد اقصیٰ شریف کی توسیع، تعمیر اور تکمیل کروائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اگر ان میں سے اگر میرا کوئی بھی عمل پسند آ گیا تو میری بخشش ومغفرت کیلئے یہی کافی ہوگا۔

یاقوت الحموی لکھتا ہے کہ 461ھ تک اس مسجد کے حسن میں کچھ تغیر واقع نہ ہوا تھا۔ پھر اس مسجد کے قریب ایک گھر کو آگ لگ گئی۔ جس کے شعلے مسجد کی دیواروں تک پہنچے، جس کا اثر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام مسجد آتش کدہ بن گئی۔ اہل دمشق نے بہت کوشش کی مگر بے سود اور مسجد کا ابتدائی حسن وشباب جاتا رہا۔ جامع اُموی

سفرنامہ زیارتِ شام

اب بھی موجود ہے اور بے نظیر عمارت ہے لیکن آہ! خلیفہ ولید کا ثانی کوئی نہیں ہوا جو اسے از سر نو اسی رنگ میں تبدیل کرتا جیسا کہ کسی وقت میں ہوتا تھا۔

آج جمعۃ المبارک اور پہلا روزہ ہے، رات کو ہی شہزدہ غوث الثقلین نے فرما دیا تھا کہ کل نماز جمعہ اسی عظیم مسجد میں ادا کریں گے اور ہماری بھی یہی خواہش تھی کہ اتنی عظیم وتاریخی و مذہبی نوعیت کی حامل مسجد میں ضرور ایک بار جمعۃ المبارک کی ادائیگی کا شرف حاصل کرنا چاہیے۔ شہزادہ غوث الثقلین، سید حسنین محی الدین گیلانی اور یہ بندہ تیار ہو کر رہائش گاہ سے باہر آئے اور ایک گاڑی میں سوار ہو کر جامع اُموی کی طرف روانہ ہوئے۔ سوق حمیدیہ کے باہر گاڑی سے اترے اور بازار سے ہوتے ہوئے سیدھے مسجد میں داخل ہوگئے اور سب سے پہلے اس مسجد کے اہم و بابرکت مقام کی طرف روانہ ہوئے۔

مقام رأس (سر مبارک) سیدنا امام حسین ؓ

مسجد اُموی کے بائیں جانب ایک کونے میں شہید کربلا حضرت سیدنا امام حسین ؓ کے سر مبارک کا مقام ہے۔ شہزادہ کونین حضرت سیدنا امام حسین ؓ کا سر انور عہد یزید میں کربلائے معلی سے دمشق لایا گیا تھا۔ اس مبارک مقام کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جو "مصلیٰ امام زین العابدین ؓ" کہلاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس مقام کو حضرت سیدنا امام زین العابدین ؓ کے ایام اسیری میں عبادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بارگاہ رأس حضرت سیدنا امام حسین ؓ میں حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کی ہمراہی میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ انتہائی رش ہونے کی وجہ سے ایک طرف بیٹھ گئے جہاں قبلہ حضور کافی دیر تک مراقب رہے۔

پھر آپ نے اس مقدس مقام پر ایک طویل دعا فرمائی۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین ؓ کا جسمِ اطہر تو کربلا کی سرزمین میں دفن ہے لیکن آپ کے سرِ اقدس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اہل شام کے مطابق آپ کا سرِ اقدس اسی مذکورہ مقام پر دفن ہے کیونکہ سانحہ شہادت کے بعد سب سے پہلے آپ کے سر مبارک کو کوفہ میں ابن زیاد کے دربار میں اور پھر یزید کے دربار دمشق بھجوایا گیا تھا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کے سرِ انوار کو اہل بیت اطہار کے ہمراہ مدینہ منورہ بھجوا دیا گیا تھا۔ جسے جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا تھا۔ لیکن اہل مصر تاریخی حوالہ جات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسین ؓ کا سرِ اقدس ازہر یونیورسٹی کے بالمقابل میدان الحسین کے قریب جامع الحسین میں مدفون ہے، جہاں پر ایک نہایت ہی خوبصورت روضہ شریف بنا ہوا ہے۔

بہر حال صحابہ کرام اور اہل بیت کرام سے منسوب کسی بھی مقام پر سرِ نیاز خم کرنا ضروری ہے کیونکہ نسبت کی تعظیم ہی تو مسلمانوں کا دستور رہا ہے اور رہنا چاہیے۔ رأس حضرت سیدنا امام حسین ؓ کی زیارت کے بعد جامع اُموی کی زیارت کی جو فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

مزار مبارک حضرت یحییٰ علیہ السلام

مسجد اُموی کے اندر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سرِ انور کا نہایت خوبصورت مزار مبارک ہے۔ حضرت حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن واقد کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جو اس وقت مسجد اُموی کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے۔ آپ فرماتے

ہیں کہ مسجد کی بنیاد کھودتے وقت ایک غار دریافت ہوئی۔ ہم نے خلیفہ وقت کو اس کی فوری اطلاع دی۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک خود غار میں اترے، اس میں ایک صندوق تھا جس کے اوپر یہ عبارت تحریر تھی۔

"ھذا رأس یحیٰ بن زکریا"
(یہ حضرت یحییٰ بن زکریا کا سرِ اقدس ہے)

جب اس صندوق کو کھولا گیا تو اس میں حضرت یحییٰ بن زکریا کا سرِ انور لکڑی کے ایک چوکھٹے میں رکھا ہوا تھا۔ چہرہ انور اور موئے مبارک بالکل تر و تازہ تھے اور ان میں کوئی ذرہ بھر تبدیلی نہ واقع ہوئی تھی۔

زیارت کے بعد صندوق کو بند کر دیا گیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بارگاہ مقدسہ میں ہدیہء سلام کے بعد حضور شہزادہ غوث الثقلین نے دعا فرمائی اس کے بعد مقام ہود علیہ السلام جو اسی مسجد میں واقع ہے، کی طرف روانہ ہوئے۔

مقام ہود علیہ السلام

جامع اُموی میں قبلہ والی دیوار میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام کا ایک مقام مبارک ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے تقریباً 800 سال بعد تشریف لائے۔

مسجد اُموی میں آپ کے اس مقام مبارک کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ یہاں پر آپ کا ایک باغ تھا جو کہ اب مسجد اُموی کا حصہ ہے۔ زائرین اس مقام پر حاضر ہو کر نوافل ادا کرتے ہیں، ہم نے بھی اس مقام پر حاضری اور نوافل پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

مقام خضر علیہ السلام

مسجد اُموی میں حضرت خضر علیہ السلام کے نماز پڑھنے کی جگہ "مقام سیدنا خضر علیہ السلام" کے نام سے موسوم ہے۔ بہت سے اہل اللہ حضرات نے حضرت خضر علیہ السلام کو یہاں نماز پڑھتے دیکھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مسجد اُموی کے نگران کو پیغام بھجوایا کہ آج رات میں تنہا مسجد اُموی میں عبادت کرنا چاہتا ہوں، اس لئے نماز عشاء کے بعد کوئی مسجد میں موجود نہ ہو۔ انتظامیہ نے اس حکم کی تعمیل کی، خلیفہ وقت مسجد میں داخل ہوا اور عبادت میں مصروف ہوگیا۔ اچانک خلیفہ نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ خلیفہ نے نگران کو بلا کر کہا کہ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ مسجد کے اندر کوئی نہ ہو۔ تم نے اس شخص کو کیوں اندر رہنے دیا؟ نگران نے کہا، یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو ہر رات اس مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔

مشہور مؤرخ حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بات اس مقام سے متعلق تواتر سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام یہاں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور یہی ایک بات اس مقام کے شرف وعظمت کیلئے کافی ہے۔ اس مقام مقدس کے قریب ہمیں بھی نوافل ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

مقام نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مسجد اُموی کے مشرقی مینار کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ " تَنْزِلُ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ "

(قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرق دمشق کے سفید مینار پر نزول فرمائیں گے)

اسی وجہ سے انتظامیہ کی طرف سے اس مینار کی چوٹی پر خاردار جالی لگا دی گئی ہے

اور مشرقی مینارہ احتیاطاً بند رکھا جاتا ہے کہ کوئی صاحب اوپر چڑھ کر نزول کا دعویٰ نہ کر دے۔

مذکورہ بالا مقامات کی زیارات کے بعد اُس مقام کو دیکھا کہ جہاں چند افراد مل کر اجتماعی اذان دیتے ہیں۔ آج جمعۃ المبارک کی وجہ سے مسجد میں رش بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا، اس لئے منبر شریف کے سامنے ایک مقام پر بیٹھ گئے اور حضور قبلہ اپنے وظائف میں مشغول ہوگئے۔ 11:30 بجے اجتماعی طور پر اذان دی گئی۔ اذان کے اختتام پر دُرود شریف انتہائی خوبصورت صیغہ جات اور پُرسوز آواز میں پڑھا جانے لگا۔ ملک شام اور ملک ترکی کی مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد میں بڑی خوش الحانی کے ساتھ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دُرود وسلام کے گلدستے نچھاور کیے جاتے ہیں۔

ہم نے ابتدائی چار سنتیں ادا کیں، اسی اثناء میں خطیب جامع اُموی تشریف لے آئے، وہ کچھ دیر کیلئے منبر شریف کے سامنے رُکے، پھر اوپر تشریف لے گئے، جس کے ساتھ ہی دوسری اذان بلند ہونا شروع ہوگئی۔

معزز خطیب صاحب نے جمعۃ المبارک کا خطبہ شروع کیا۔ فضائل رمضان اور برکات رمضان کے حوالہ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں کافی نقاط سامعین کے گوش گزار کئے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری عمروں میں برکت فرمائی اور ایک بار پھر ہمیں یہ مبارک ومقدس مہینہ میسر آیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حتی الامکان اس ماہِ مبارک کے فیوض وبرکات سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

خطیب صاحب کے طویل وبابرکت خطبے کا اختتام دُعائیہ کلمات پر ہوا اور اقامت کے ساتھ تمام حاضرین نے رمضان کا پہلا جمعۃ المبارک ادا کیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد مسجد اُموی سے باہر آئے اور سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ

اقدس میں حاضری کیلئے روانہ ہوئے۔

مزار پُر انوار سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ، زنگی سلطنت کے بانی اور عماد الدین کے بیٹے تھے۔ جنہوں نے تاریخ اسلام میں بڑا نام پیدا کیا اور بلادِ شام پر تقریباً 28 سال حکومت کی۔ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائیوں سے بیت المقدس کو واپس لینے کیلئے انتہائی کوششیں کیں اور اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے گردونواح کی چھوٹی چھوٹی مسلمان حکومتوں کو بھی اپنی مملکت میں شامل کیا۔ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا دالحکومت حلب تھا اور فتح دمشق کے بعد اسے اپنا دارالحکومت قرار دے دیا۔ سلطان نے صلیبی ریاست انطاکیہ پر حملے کر کے کئی قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ دوسری صلیبی جنگ کے دوران دمشق پر قبضہ کرنے کی کوششیں بھی ناکام بنادی گئیں اور بیت المقدس سے عیسائیوں کو نکالنے کی راہ ہموار ہوگئی۔

سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر پر قبضے کے بعد بیت المقدس پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مسجد اقصیٰ شریف کیلئے ایک اعلیٰ درجے کا منبر بھی تیار کروایا کہ فتح بیت المقدس کے بعد وہ اس منبر کو اپنے ہاتھوں سے رکھے گا لیکن رب ذوالجلال کو یہ منظور نہ تھا کیونکہ یہ سعادت ازل سے کسی اور عظیم شخصیت کی قسمت میں لکھی جاچکی تھی۔ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ ابھی بیت المقدس پر حملے کی تیاریاں کرہی رہا تھا کہ اس کے گلے میں معمولی سی تکلیف ہوئی جو بڑھتے بڑھتے خناق کی صورت اختیار کرگئی اور بالآخر سلطان کا آخری وقت آ پہنچا اور 21 شوال 569ھ دنیائے اسلام کے اس عظیم سلطان نے اس فانی دنیا کو الوداع کہا۔ سلطان کی وفات کا

دن دمشق میں قیامت کا دن تھا۔ اس کے وصال کی خبر دمشق پر بجلی بن کر گری اور ان کے دامن صبر وضبط کو جلا کر راکھ کر دیا۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور دمشق کا چپہ چپہ شورِ محشر کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔

عالم اسلام میں سلطان کی یہ خبر پہنچی تو ہر طرف ماتم برپا ہو گیا اور مسلمانوں کی نظروں میں دنیا تاریک ہوگئی، خلیفہ بغداد اور سلطان مصر کو جب یہ خبر ملی تو وہ بے اختیار رو دیے اور مرحوم سلطان کے فرزند اور دمشقی امراء کو تعزیتی خطوط لکھے شعراء نے طویل مرثیے لکھے جنہیں لوگ پڑھتے تھے اور بے اختیار روتے تھے۔

سلطان کی میت کو دمشق کے علماء اور صلحاء نے غسل دیا اور پھر رزق حلال سے تیار کیے ہوئے پاک کپڑوں میں اسے کفنایا۔ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا۔ وصال سے پہلے سلطان نے وصیت کی تھی کہ اس موئے مبارک کو میرے لبوں کے درمیان رکھ دینا۔ جنازہ اُٹھایا گیا تو ہر طرف سے آہ وفغاں کی آوازیں بلند ہونے لگیں، لوگ گروہ در گروہ آتے اور میدانِ خضر میں نماز جنازہ پڑھتے، سلطان مرحوم کی کئی بار نماز جنازہ پڑھی گیا اور پھر اس بطل عظیم وجلیل کو زیر زمین سلا دیا گیا۔

دمشق شہر کا مشہور زمانہ بازار بنام "سوق حمیدیہ" ختم ہونے سے پہلے دائیں طرف ایک چھوٹا سا بازار بنام "سوق الخیاطین" ہے۔ اس بازار کے دائیں جانب ایک کمرے میں عظیم اسلامی سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوا تو اس نے یہاں ایک عجیب بات محسوس کی کہ قبر مبارک کے

احاطہ میں ایک نور سا پھیلا ہوا ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کیونکہ اس خاک میں ایک ایسا مردِ مؤمن اور مردِ مجاہد آرام فرما تھا جس نے اپنی آخری سانس تک کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کیا تھا اور یہ وہ خوش نصیب ترین انسان تھا جسے سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان لکھتا ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے کسی مسئلہ میں انتہائی پریشان تھا اور میں اسی پریشانی کے عالم میں سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلا گیا اور بہت ہی پردرد لہجے میں دعا مانگی، ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ میرا وہ مشکل ترین مسئلہ اس طرح حل ہوگیا کہ میں آج بھی اس کو ناقابلِ یقین تصور کرتا ہوں۔ ابن خلکان کے علاوہ تاریخ میں اور بھی بہت سے بڑے بڑے لوگوں کے ایسے کئی واقعات درج ہیں کہ جن کی دُعائیں سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہونے سے قبول ہوگئیں۔

مسجد نورالدین زنگی میں محفل ذکر و نعت

حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین اور سید حسنین محی الدین کے ہمراہ مسجد نورالدین زنگی میں حاضر ہوئے، جہاں پر محفل ذکر و نعت رسول مقبول ﷺ جاری تھی اور قصیدہ بردہ شریف بآوازِ بلند انتہائی دلکش انداز میں پڑھا جا رہا تھا۔ منتظمین حضرات نے شہزادہ غوث الثقلین کو ایک نمایاں مقام پر بٹھایا اور ہم بھی آپ کے قریب بیٹھ گئے۔ قصیدہ بردہ شریف کے اختتام پر نعتیہ اشعار کے گلدستے بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کئے گئے۔ اس کے بعد تمام حاضرین ایک دائرے کی صورت میں کھڑے ہوگئے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ذکر قادریہ و رفاعیہ کا آغاز ہوا جو انتہائی پُر کیف اور وجد کی

کیفیت پیدا کر رہا تھا۔ اسی دوران ایک ذمہ دار شخص شہزادہ غوث الثقلین کے قریب آیا اور نہایت مودبانہ انداز میں گزارش کی کہ آپ بھی حلقہ ذکر میں تشریف لا کر ذکر کروائیں۔ صدرِ محفل، ایک بزرگ شخصیت کرسی پر تشریف فرما تھے، شہزادہ غوث الثقلین نے قواعد کے مطابق سب سے پہلے ان کی دست بوسی کی اور پھر حلقہ ذکر کے عین درمیان میں کھڑے ہو کر ذکر کرواتے رہے اور ذکر کروانے کے بعد واپس اپنے مقام پر آ کر کھڑے ہوگئے۔ یہ سلسلہ ایک طویل وقت تک جاری رہا پھر دعا کے ساتھ یہ بابرکت محفل اختتام پذیر ہوئی۔ حضور قبلہ نے اس مبارک محفل میں حاضری کی سعادت حاصل ہونے پر ہمیں مبارکباد دی۔ اسی دوران کئی حاضرین آپ سے دست بوسی کا شرف حاصل کرتے رہے۔ شہزادہ غوث الثقلین نے فرمایا کہ یہ سب حضرت سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی تصرف ہے جو آج بھی جاری و ساری ہے۔ مسجد سے نکل کر بارگاہ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس بزرگ سلطان کے وسیلہ سے سب کیلئے دُعائیں کی گئیں۔

حضرت سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم سلطان ہے جس نے مدینہ منورہ میں ان دو نصرانیوں کا کام تمام کرنے کے بعد اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول پر پورے شہر مدینہ منورہ کا طواف (چکر) کیا۔ اور روضہ رسول ﷺ کے چاروں اطراف میں سیسہ پلائی دیوار تعمیر کروادی۔ بارگاہ سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ میں کچھ دیر ان کے تصرفات سے مستفیض ہونے کے بعد باہر آئے اور گاڑی میں سوار ہو کر اپنی رہائش گاہ پہنچے اور حضور قبلہ کے ہمراہ 1425ھ کے رمضان المبارک کا پہلا روزہ سیدۃ زینب رضی اللہ عنہا کی قربت میں افطار کیا اور پھر ملک شام کے دوسرے شہروں میں موجود زیارات کا پروگرام ترتیب دیا۔

بابرکت شہر حمص

ملک شام کا ایک بابرکت، قدیم، تاریخی اور خوبصورت شہر ہے جو شام کے دارالحکومت دمشق سے 150 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بحمد اللہ! اس شہر مقدس میں تین بار حاضری کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اس شہر میں موجود مقامات مقدسہ جن پر حاضری کا شرف حاصل ہوا، برکت کے حصول کیلئے ان کا تذکرہ درج ذیل سطور میں پیش ہے۔

مزارِ مبارک سیفُ اللہ
حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

عظیم صحابی رسول ﷺ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی وہ عظیم ومجاہد شخصیت ہیں جن کو بارگاہ نبوی ﷺ سے "سیف اللہ" کا خطاب عظیم ملا تھا۔ آپ نے 125 کے قریب جنگوں میں حصہ لیا اور کسی بھی جنگ میں شکست نہ کھائی۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جن علاقوں کو فتح کیا وہ اب بھی مسلمانوں کے زیر تسلط ہیں۔

معرکہ موتہ کے موقع پر سیدنا زید رضی اللہ عنہ، سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، اور سیدنا عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہ جان توڑ کر لڑے اور بے شمار زخم کھا کر باری باری شہید ہو گئے۔ پھر اسلامی لشکر کی قیادت حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سنبھال لی اور ایسی بہادری اور دلیری سے لڑے کہ دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ اس معرکہ میں آپ کے دستِ مبارکہ سے 9 کے قریب تلواریں ٹوٹیں۔ آپ کے جسمِ مبارک کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس پر تیر، تلوار یا نیزے کے زخموں کے نشانات نہ ہوں۔

سیدنا خالد ابن ولید ؓ ہر معرکہ میں شہادت کی خواہش لے کر شریک ہوتے لیکن شہادت نصیب نہ ہوسکی کیونکہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے سیف اللہ (یعنی اللہ کی تلوار) کا لقب دیا تھا اسے کون شہید کرسکتا تھا۔

حمص شہر میں داخل ہوتے ہی حضرت سیدنا خالد بن ولید ؓ کے مزار مبارک کا گنبد اور مسجد شریف کے طویل مینار دور سے ہی نظر آنے شروع ہوجاتے ہیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک گوشے میں آپ ؓ کا مزار مبارک ہے جس کے اوپر ایک انتہائی خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ مزار مبارک کے اردگرد پیتل کی جالی لگی ہوئی ہے۔ آپ ؓ کے پہلو میں آپ ؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن خالد ؓ بھی آرام فرما ہیں۔ حضرت سیدنا خالد بن ولید ؓ کے مزارِ مبارک کے بالمقابل بائیں گوشے میں سیدنا عبیداللہ بن عمر ؓ کا مزار مبارک ہے۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید ؓ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور ایک چادر کا نذرانہ پیش کیا مختصر محفل نعت منعقد کی اور جب بآوازِ بلند قصیدہ بردہ شریف کا ذکر شروع کیا تو مسجد میں موجود حضرات بھی ہمارے ساتھ اس محفل میں شریف ہوگئے۔ دعا کے بعد امام وخطیب صاحب نے بارگاہ سید خالد بن ولید ؓ سے ایک جائے نماز کا تحفہ ہمیں پیش کیا جو سدرۃ شریف کے تبرکات محل میں محفوظ ہے اور زیارت کی جاسکتی ہے۔

حضرت سیدنا خالد بن ولید ؓ کا وصال حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں ہوا۔ حمص شہر کے قدیم ترین قبرستان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس میں 200 سے زائد صحابہ کرام آرام فرما ہیں۔ حمص شہر کے وسط میں مسجد صغیر میں

اسلام کے چوتھے نمبر پر مشرف بہ اسلام ہونے والے صحابی رسول ﷺ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ کی قبر مبارک ہے اور شہر حمص کی دوسری مساجد میں "**جامع نوری**" لائق زیارت ہے۔

شہر حمص کی اہم ومشہور زیارات مقدسہ کا شرف حاصل کرنے کے بعد ملک شام کے تاریخ شہر حماہ روانہ ہوئے جس کا ذرا تفصیل سے تذکرہ کریں گے کیونکہ شہزادہ غوث الثقلین سید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی کے اجداد کا تعلق اسی شہر حماہ سے ہے۔

تاریخی شہر حماہ

دمشق، حلب اور حمص کے بعد شہر حماہ ملک شام کا چوتھا بڑا اہم ومعروف شہر ہے جو دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ دریائے عاصی شام سے گزرتا ہوا بحر متوسط میں جاگرتا ہے۔ اس دریا کے کنارے تاریخ کی کئی اہم جنگیں بھی لڑی جاچکی ہیں شہر حماہ، ملک شام کے دارالحکومت دمشق سے 210 کلومیٹر اور شہر حلب سے 135 کلومیٹر کے فاصلے پر شام کے مشہور شہروں کے عین وسط میں واقع ہے۔

سپہ سالار افواج اسلام حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح ؓ نے فتح حمص کے بعد شہر حماہ کو بذریعہ صلح فتح کیا۔ آپ نے قیام حماہ کے دوران اس شہر کے سب سے بڑے گرجا گھر کو مسجد میں تبدیل کیا۔

دریائے عاصی پر 30 سے زائد نواعیر (پن چکیاں یا واٹر ویلز) تعمیر کی گئیں۔ ان بڑے بڑے واٹر ویلز سے پانی نکال کر دور دراز کھیتوں تک زرعی فصلوں کو پہنچایا جاتا تھا۔ آج بھی شہر حماہ میں کئی نواعیر موجود ہیں جنہیں اب زرعی مقاصد کے استعمال سے زیادہ ثقافتی ورثے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ معیار، خوبصورتی اور

سائز کے اعتبار سے ایسی نواعیر دنیا کے کسی اور علاقے میں موجود نہیں ہیں۔ شہر کے قابل دید مقامات میں یہاں کی نواعیر سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں۔

شہر حماہ کی قدیم و تاریخی مساجد

حماہ کو مساجد کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں مذہبی اور تاریخی نوعیت کی بے شمار مساجد ہیں۔ صرف چند مساجد کا تذکرہ کرتے ہیں۔

الجامع الاعلیٰ الکبیر

حماہ کی اس تاریخی قدیم ترین مسجد کو جامع کبیر یا جامع اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ عظیم مسجد ہے جس پر شہر حماہ کو فخر حاصل ہے کیونکہ مسجد حرام، مسجد نبوی شریف، مسجد اقصیٰ شریف اور مسجد قبا شریف کے بعد تاریخ اسلام کی یہ پانچویں مسجد ہے۔ اونچائی پر واقع ہونے کے باعث اسے جامع اعلیٰ (اونچی مسجد) اور "لؤلؤۃ حماہ" (یعنی حماہ کا موتی بھی کہا جاتا ہے) یہ مسجد مبارک قلعہ حماہ کے قریب واقع ہے۔ اس عظیم و تاریخی مسجد کے دو مینار، ایک جانب جنوب اور ایک جانب شمال ہے۔ اس مسجد کا کڑھائی والا لکڑی کا منبر 700 ہجری میں حماہ کے نائب سلطنت زین الدین کتبغا نے تعمیر کروایا تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس مسجد میں ایوبی بادشاہوں الملک المنصور اور ان کے بیٹے المظفر الثالث کے مقابر بھی موجود ہیں۔

مسجد میں جامع اعلیٰ کے مقام کی قدیم ترین تاریخ کے مطابق یہاں معبد تھا۔ 350ء میں اسے گرجا میں تبدیل کر دیا گیا، پھر اس مسجد میں عباسی خلیفہ المہدی نے اضافہ کیا اور پھر ہر دور حکومت میں اس مسجد میں تعدیل و ترمیم ہوتی رہی اور آرائش

و تزئین میں اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ سال 1982ء کے خونی فسادات میں مسجد کو شدید نقصان پہنچا اور دوبارہ سال 1991ء میں اسے پرانی طرز پر تعمیر کر دیا گیا۔

الجامع النوری

شہر حماہ کی دوسری قدیم تاریخی مسجد "الجامع النوری" ہے۔ جو سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاریخی "دیر قزما" کی جگہ 558ھ میں تعمیر کروائی۔ اس لحاظ سے اس مسجد کی عمر تقریباً 900 سال بنتی ہے۔ یہ مسجد عہد زنگی کے بہترین فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔ یہ مسجد اپنے منفرد اور خوبصورت مینار کی وجہ سے انتہائی شہرت کی حامل ہے۔ شاہ مظفر نے اپنا مشہور محل جو "قصر دار السعادۃ" کے نام سے مشہور ہوا، اس عظیم مسجد کے قریب بنایا، دور دور سے زائرین اس مسجد کو دیکھنے کیلئے آتے ہیں۔

جامع الحسنین

یہ مسجد پہلے جامع الحسن، پھر جامع الحسن والحسین کے نام سے مشہور و معروف تھی اور اب جامع الحسنین کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ قدیم و تاریخی مسجد قلعہ حماہ کے جنوب میں واقع ہے۔ اس مسجد کے نام کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو عراق سے دمشق لایا جا رہا تھا تو دورانِ سفر حماہ سے گزرتے ہوئے اس مقام پر آپ کے سرِ اقدس کو کچھ وقت کیلئے رکھا گیا تھا۔

جامع الحسنین کے دو گنبد اور ایک مینار ہے۔ مجاہد اسلام حضرت سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مشرقی گنبد دوبارہ تعمیر کروایا کیونکہ 552ھ کے شدید زلزلے میں جو حماہ میں آیا تھا، اس مسجد کو بھی کافی نقصان پہنچا تھا۔

جامع الحسنین کے مشرقی جانب ایک مزار مبارک حضرت یونس علیہ السلام

سے منسوب ہے اوراس کے شمال میں مدرسۂ فریجیہ کی باقیات موجود ہیں۔

جامع ابی الفداء

ابی الفداء کے عظیم کارہائے نمایاں میں شہرحماہ کی اس تاریخی مسجد کو جامع الدھشتہ اور جامع الحیایا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مسجد دریائے عاصی کے شمال جانب واقع ہے۔ 727ھ میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی۔ صحن مسجد میں ایک گنبد کے نیچے ابوالفداء کی قبر ہے جوانہوں نے اپنی زندگی میں ہی تعمیر کروائی تھی۔

شہر حماہ میں خانوادہ قادریہ رزاقیہ

شہرحماہ میں حضور غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کی اولاد میں سب سے پہلے تشریف لانے والی شخصیت حضرت سیف الدین یحیٰ گیلانی ؓ، جو تاج الدین حضرت سیدنا عبدالرزاق بن سید عبدالقادر جیلانی ؓ کے پڑپوتے کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت سید سیف الدین یحیٰ گیلانی ؓ کی ولادت باسعادت بغداد میں ہوئی۔ آپ انتہائی زاہد و عابد تھے۔

سال 684ھ حج پر جاتے ہوئے شام کے شہرحماہ سے گزرے تو انہیں اس شہر کی آب و ہوا، اس کا پانی اوراس کے خوبصورت باغات بہت پسند آئے۔ حج سے واپسی پر بھی یہی راستہ اختیار کیا اور اپنے خاندان اور احباب کے ہمراہ حماہ میں قیام کا ارادہ فرمالیا۔ اس وقت شاہ حماہ "المظفر الثالث" تھا۔ حضرت سید سیف الدین یحیٰ گیلانی ؓ نے اپنے اوراپنے احباب کیلئے شاہ حماہ سے سکونت کیلئے جگہ طلب کی تو اس نے دریائے عاصی کی مشرقی جانب زمین کا ایک ٹکڑا عطا کرتے ہوئے حضرت سیف الدین یحیٰ ؓ سے کہا "ھذا الحاضر" کہ یہ حاضر ہے۔ آپ ؓ نے اس

مقام پر ایک محلّہ آباد کیا جو بعد میں محلّہ "یحییٰ الحاضر" کے نام سے مشہور ہوگیا۔

سید سیف الدین یحیٰ گیلانی ؓ نے شہرحماہ میں شاہ حماہ "ابی الفداء" کے وصال کے 3 سال بعد 734ھ میں وصال فرمایا۔ صاحب قلائد الجواہر فرماتے ہیں کہ آپ کو "باب الناعورۃ" بالمقابل زاویہ قادریہ میں دفنایا گیا۔ بعد میں محلّہ یحیٰ الحاضر پھیلتا گیا جس نے ایک بڑے محلے کی صورت اختیار کرلی اور پھر گیلانی محلّہ یا آل گیلانی کے نام سے مشہور ہوگیا۔

دریائے عاصی کے مشرقی اور مغربی حصے کو ایک پُل کے ذریعے ملادیا گیا اور یہ پُل "جسر الشیخ عبدالقادر" کے نام سے مشہور ہوگیا لیکن عوام اسے "جسربیت الشیخ" کے نام سے پکارا کرتے۔

حضرت سید سیف الدین یحیٰ گیلانی ؓ کی اولاد میں سے ایک نمایاں شخصیت حضرت شیخ یاسین القادری ؒ نے 1113ھ حماہ کے زاویہ قادریہ کی تجدید کروائی اور اُس کی انتہائی خوبصورت انداز میں تزئین و آرائش کروائی، حتیٰ کہ اس زاویہ قادریہ کا عظیم اسلامی عمارات میں شمار ہونے لگا۔ لیکن افسوس 1982ء کے خونی فسادات میں یہ محلّہ اور زاویہ قادریہ تباہ ہوگئے اور حکومت وقت نے اس مقام کی جگہ "فندق افامیا الشام" ایک ہوٹل تعمیر کردیا۔

حضرت قبلہ شہزادہ غوث الثقلین السید محمد انور گیلانی مدظلہ العالی کے اجداد کا تعلق بھی حماہ کے اسی خانوادہ قادریہ رزاقیہ سے ہے۔

حماہ شہر میں پہاڑ کی ایک چوٹی پر مقام سیدنا امام زین العابدین ؓ اور مقام عظیم صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت ؓ لائق زیارت ہے۔

شہر جبلہ

ملک شام کی مرکزی بندرگاہ "**لاذقیہ**" اور "**بانیاس**" شہر کے درمیان ایک اور چھوٹی سی بندرگاہ "**جبلہ**" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ جس کے کنارے سلطان وقت حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک اور مسجد موجود ہے۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک واقعہ سے متاثر ہو کر دنیا ترک کر دی اور سفر کرتے ہوئے نواح نیشاپور میں پہنچ گئے جہاں ایک غار میں تقریباً نو سال تک ریاضت کی۔ اس کے بعد آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں طویل عرصہ عبادات و ریاضت میں گزارا، اس دوران آپ کو کئی بزرگان دین سے شرف نیاز حاصل ہوا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں سلوک و تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اپنے شیخ کریم کی وفات کے بعد سفر کرتے کرتے ملک شام میں جبلہ کے اس مقام کو رونق بخشی اور سمندر کے کنارے ایک ویران جگہ میں اپنا ایک مختصر سا ٹھکانہ بنالیا اور بقیہ عمر وہیں ذکر الٰہی میں گزار دی۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول آپ فقراء کے تمام علوم و اسرار کی کنجی ہیں۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جب گناہ کا ارادہ کرو تو خدا کی بادشاہت سے باہر نکل جاؤ۔ فقر کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ فقر ایک خزانہ ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان میں رکھ دیا ہے اور یہ وہ خزانہ ان لوگوں کے سوا جن سے وہ محبت کرتا ہے کسی کو عطا نہیں فرماتا۔ ذات خداوندی کو پہچاننے والے کی نشانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ہر وقت نیکی اور عبادت کی فکر میں لگا رہتا ہے

اور اس کا بیشتر کلام حمد و ثناء پر مشتمل ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! اتنی بڑی حکومت چھوڑ کر آپ ویرانے میں بیٹھ گئے ہیں جہاں پر آپ کی بات سننے والا کوئی بھی نہیں، بلخ میں تو آپ کا حکم چلتا تھا، آپ اس وقت سوئی سے کچھ سی رہے تھے، اپنی اس سوئی کو سمندر میں پھینک دیا اور آواز دی کہ مجھے سوئی تلاش کر کے دو، فوراً ہزاروں کی تعداد میں مچھلیاں کئی قسم کی سوئیاں اپنے منہ میں لئے حاضر ہو گئیں، آپ نے فرمایا نہیں مجھے اپنی سوئی چاہیے۔ ایک مچھلی نے آپ کو وہی سوئی لا کر پیش کر دی۔ آپ نے پوچھنے والے سے فرمایا کہ وہ حکمرانی اچھی تھی یا یہاں کے ویرانے میں عبادت۔ یہ کرامت دیکھنے کے بعد وہ شخص معافی کا طلب گار رہا۔

بحمد اللہ! حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور پھر آپ کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہونے اور اجازت کے بعد اپنی اگلی منزل روانہ ہوئے۔

شہر حلب

شہر حلب ملک شام کا دوسرا بڑا شہر اور تجارتی دار الخلافہ ہے جو ملک ترکی کی سرحد سے 40 کلومیٹر اور دار الحکومت دمشق سے 350 کلومیٹر دور ہے۔ شہر حلب کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ شہر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آباد کیا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اس شہر میں بکریوں کے ریوڑ رکھے ہوئے تھے اور اس شہر میں ہر آنے جانے والے کو دودھ پلایا کرتے تھے۔

عربی زبان میں دودھ کو حلیب کہتے ہیں، اس لیے اس جگہ کا نام حلیب کی نسبت سے حلب پڑ گیا۔ یہ تقریباً 4000 سال قدیم شہر ہے۔ حلب دنیا کے ان قدیم شہروں میں سے ہے جو اب تک موجود ہیں۔ لشکرِ اسلام نے 16ھ حضرت سیدنا خالد بن ولید ؓ کی سربراہی میں حلب پر حملہ کیا تو کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آیا اور اہل شہر نے بلا کسی مزاحمت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ؓ کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

شہر حلب ایک زمانہ تک علم و ادب کا گہوارہ رہا۔ بیشتر انبیائے کرام اور اولیائے عظام اس سرزمین میں جلوہ گر رہے۔ اس شہر مقدس کے چند مقامات کا تذکرہ ذیل میں درج ہے۔

مشہد حسین ؓ

حلب شہر میں داخل ہوتے ہی ایک مشہور و معروف مقام بنام "مشہد حسین ؓ" آتا ہے۔ یہ وہی مقام مقدس ہے کہ جہاں سے فوج یزید اسیران اہل بیت اور شہدائے کربلا کے سر لے کر گزر رہی تھی تو، رات گزارنے کے لیے اس مقام پر (جو اہل کتاب کا گرجا تھا) ٹھہر گئے۔

وہ مقام مبارک جہاں پر حضرت امام حسین ؓ کا سر اقدس رکھا گیا تھا

گرجا کے پادری نے یزیدی فوج کو جو درہم و دینار کے بندے تھے رقم ادا کر کے اس نے سیدنا امام حسین ؓ کے سرِ انور کو ایک مقام پر رکھا اور عطر و کافور سے معطر کرتا رہا اور ادب و احترام سے اس کی زیارت کرتا رہا۔ اس عزت و تکریم کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے راضی ہو گیا، راہب پر گریہ طاری ہوا، جس سے اُس کی آنکھوں سے پردے اُٹھ گئے اور اسی دوران اس نے سر مبارک کی جن کیفیات اور انوار تجلیات کا مشاہدہ کیا تھا وہ دولت اسلام سے فیض یاب ہو گیا۔

آج بھی اس پتھر پر نواسۂ رسول ﷺ کے خون مبارک کے نشانات موجود ہیں اور بالکل تر و تازہ ہیں۔

مزار پرانوار حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام ایک دفعہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو جہنم کے عذاب کا وعظ فرما رہے تھے اور ان کا بیٹا حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی سن رہے تھے۔ اس بیان کے سننے کے بعد حضرت یحییٰ ایک آہ مار کر اٹھے اور وہاں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ مسلسل سات دن رات پہاڑوں پر روتے اور پھرتے رہے اور ان کی ماں پہاڑوں پر جا کر سات دن تک تلاش کرتی رہیں۔ پھر ایک آدمی نے خبر دی اور ماں ان کو لے کر آئی۔

حضرت یحییٰ کی عمر اس وقت سات برس کی تھی اور انہوں نے مسجد میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کی اور خدا کی عبادت میں مشغول رہے، ادھر قوم بنی اسرائیل نے فساد برپا کیا اور وہ لوگ بے شرع چلنے لگے۔

حضرت زکریا علیہ السلام ان کو نصیحت کرتے رہے لیکن وہ ان کی جان کے درپے

ہوگئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک درخت کے تنے میں پناہ لے رکھی تھی۔ ایک دفعہ دشمنوں نے تعاقب کیا آپ نے درخت کے تنے میں جا کر پناہ لی۔ اسی وقت شیطان نے انسان کی صورت میں ان کافروں کو بتایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام درخت کے تنے میں ہیں۔ یہ سنتے ہی ان کافروں نے ایک بڑا آرا لے کر اس درخت کو کاٹنے لگے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے سر میں جب آرا لگا تو حضرت زکریا علیہ السلام اُف کر کے اٹھے فوراً اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے انہوں نے کہا، اے زکریا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو اُف کرے گا تو صابر پیغمبروں کے دفتر سے تجھے خارج کر دوں گا، تو نے کیوں اس درخت میں پناہ حاصل کی اور اب اسی درخت سے مدد مانگ یا تو برداشت کر۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اُف تک بھی نہیں کی اور اپنی جان اسی طرح خدا کو سونپ دی۔ پھر اس کے بعد یہ خبر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پہنچی اور کچھ کافروں نے زکریا علیہ السلام کو اس درخت کے اندر آرے سے چیر ڈالا یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار مبارک حلب کی مشہور زمانہ اور تاریخی مسجد جامع اُموی الکبیر میں موجود ہے، جو حلب کے قدیم محلّہ "حی الجلوم" میں واقع ہے۔

مشہور سیاح حضرت ابن جبیر اپنے مشہور عالم سفرنامہ میں اس مسجد کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ مسجد دنیا کے سارے شہروں میں بہترین اور خوبصورت مسجد ہے۔ شہر حلب کی دوسری مساجد میں جامع العمری اور مدرسہ خسرویہ قابل دید ہیں۔

شہر رقہ

رقہ دریائے فرات کے کنارے ایک صحرا تھا جو اب بڑھ کر شہر کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ تاریخ کی جنگِ صفین اسی مقام پر ہوئی تھی۔ نہر فرات کو عبور کرنے کے بعد شہر میں جب داخل ہوں تو دائیں طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات مبارکہ ہیں جو اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مزارات مبارکہ انتہائی خوبصورت انداز میں تعمیر ہوئے ہیں۔ مزارات مبارکہ کی دیواروں پر ان عظیم شخصیات کے فضائل و مناقب پر احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کندہ ہیں۔

حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ، ان برگزیدہ بندوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی ظاہری زندگی بھی پوشیدہ گزاری، اسی طرح وصال کے بعد بھی مستور ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے مقامِ دفن کے بارے میں واضح طور پر معلوم نہیں اور سات مقامات پر آپ کے مزارات مبارکہ بتائے جاتے ہیں۔ بزرگوں سے منسوب کوئی بھی مقام لائق ادب و تکریم ہوتا ہے اور یقیناً اس مقام کے فیوضات و برکات بھی ہوتے ہیں۔

شہر معرۃ النعمان

شہر معرۃ النعمان صوبہ ادلب میں آتا ہے اور اس شہر میں سب سے مقدس مقام خلیفہ پنجم حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے جو ایک قلعہ نما عمارت میں واقع ہے۔ آپ کے قدموں میں آپ کی زوجہ مبارکہ اور ایک خادم آرام

فرما ہیں۔ قبر مبارک انتہائی سادہ ہے۔ حضرت امام ابن کثیر ؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی قبر مبارک شہر حمص میں بتائی ہے (الحمدللہ! اس مقام پر بھی حاضری کا شرف حاصل ہے) مگر دیگر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کا مزار مبارک معرۃ النعمان میں ہے۔

خلیفہ پنجم حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کیا گیا ہے۔ حدیث و سیر اور تاریخ کی کتابوں میں آپ کے عدل وانصاف، فہم و فراست اور قضاء و سیاست کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں اور اگر ان کو جمع کیا جائے تو آپ کے احوال پر ایک بہترین گلدستہ تیار ہوسکتا ہے۔

علمائے کرام نے آپ کی سیرت پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں "سیرت ابن جوزی" معروف و مشہور ہیں۔ سب سے پہلی اور شاندار کتاب حضرت امام مالک ؒ کے شاگرد ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم المالکی ؒ (214) ھ کی تالیف ہے۔

حضرت امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ ابن حکم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کی سیرت جمیلہ اور حسن طریقت پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں وہ نفائس ہیں جن کے علم و عمل سے استغناء ممکن نہیں۔"

حضرت امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں "جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ سے محبت کرتا ہے، ان کے محاسن کا ذکر اور اُن کی

اشاعت کا اہتمام کرتا ہے تو اُس کا نتیجہ خیر ہی خیر ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی والدہ حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کی پوتی تھیں اور آپ کے والد مصر کے گورنر تھے۔ شاہانہ ماحول میں پرورش پانے کے باوجود آپ کی طبیعت سادگی و زہد پسند تھی۔ علم و فضل کے اعتبار سے آپ امام وقت تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد آپ خلیفہ بنے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے نقش قدم پر چلنا اپنا شعار بنایا اور عدل وانصاف کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ خلافت راشدہ کی یاد پھر سے تازہ ہوگئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی اصلاحات اور عدل پسندی کے باعث کئی امراء آپ کے سخت خلاف ہوگئے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر یہی حالات رہے تو حکومت اُن کے خاندان سے نکل جائے گی چنانچہ سازش کر کے آپ ؒ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا، جس سے آپ رجب 101ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

شہر رقہ میں حضرت اویس قرنی ؒ کے مزار مبارک کا بیرونی منظر

بصریٰ الشام

شہر بصریٰ ملک شام کا قدیم ترین شہر ہے جو دمشق سے 140 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سرزمین شام کا سب سے پہلے فتح ہونے والا یہی شہر ہے۔ جسے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ بصریٰ کی آبادی شروع ہوتے ہی ایک چھوٹی سی مسجد آتی ہے جس کا نام "مبرک الناقة" (اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ) ہے۔

بصریٰ شہر میں سرکار دو عالم ﷺ اپنی حیات مبارک میں دو بار تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کیساتھ اور دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر گئے۔

بصریٰ میں ہی آپ ﷺ کی بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس بحیرہ راہب کا گھر بھی مسجد مبرک الناقة کے قریب ہی ہے۔ مسجد کے اندر ایک کمرہ میں آج بھی اونٹنی کے قدموں کے واضح نشانات موجود ہیں۔

پہلے سفر مقدس میں بحیرہ راہب نے سرکار دو عالم ﷺ کی ان علامتوں اور صفتوں کو پہچانا جو تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھی تھیں۔ جس سے وہ نبی آخر الزمان ﷺ کے دیدار کے انتظار میں رہتا تھا اور جب بھی قریش کا کوئی قافلہ اس راہ سے گزرتا تو وہ اپنے صومعہ سے نکل کر باہر قافلہ کی طرف آتا اور حضور اکرم ﷺ کی معلوم نشانیوں کی بنا پر انہیں تلاش کرتا اور جب ان میں سے حضور ﷺ کو نہ پاتا تو واپس چلا جاتا۔

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا سرکار دو عالم ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ساتھ چل رہا ہے۔ بحیرا اس صورتحال کو حیرت و تعجب

سے دیکھ رہا تھا۔ بحیرا نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی دعوت دی لیکن حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو قیام گاہ پر ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بحیرا نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا اپنی جگہ پر قائم ہے۔ راہب نے کہا قافلے والو! کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جو یہاں نہ آیا۔ اس وقت بحیرا نے یہ بھی سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر یہ کہہ رہا ہے کہ

"السلام علیک یا رسول اللہ"

بحیرا راہب نے آپ ﷺ کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو اسی طرح پایا جس طرح اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا۔ بحیرا نے مہر نبوت کو بوسہ دیا اور آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔

بحیرا راہب نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ فرزند نبی آخرالزمان ہوگا، اسے یہودی و نصاریٰ سے محفوظ رکھا جائے۔ جس پر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس مکہ مکرمہ بھیج دیا۔

بصریٰ کے دوسرے مقامات مقدسہ میں جامع العمری، مسجد فاطمہ، مسجد یاقوت اور جامع المبارک لائق زیارت ہیں۔

شہر نویٰ

شہر نویٰ دمشق سے تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ شہر نویٰ کی خصوصیت کیلئے ایک ہی چیز کافی ہے کہ اس شہر میں حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ آپ بہت بڑے محدث اور ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کی کتابوں کو جو قبولیت حاصل ہوئی شاید ہی دوسری کتابوں کو اس پایہ کی

مقبولیت حاصل ہوئی ہو۔

حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کی دو کتابیں "ریاض الصالحین" اور "اربعین نووی" مشرق و مغرب میں پہنچیں۔ اربعین نووی کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوئے اور اس کی کافی شرحیں لکھی گئیں۔

جامع کرامات اولیاء میں ہے کہ حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ مشہور آئمہ میں سے ہوئے ہیں۔ مسلک شافعیہ کے امام تھے اور بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

بعض اہل کشف نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ وصال سے قبل مرتبہ قطبیت پر فائز ہو چکے تھے۔

شیخ صالح ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے جھنڈے موجود ہیں اور نوبت بجائی جا رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو کہا گیا کہ آج رات امام نووی کو قطب بنایا جائے گا۔

حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کا مزارِ مبارک قبرستان میں ایک وسیع و عریض چار دیواری کے اندر ہے۔

اہل عقیدت و محبت نے کئی بار آپ کی قبر مبارک پر قبہ بنانا چاہا لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ جس جگہ آپ کی قبر مبارک ہے آپ کے دفن کے کچھ ہی عرصہ بعد اس جگہ ایک درخت نکل آیا تھا اور آج تک وہ سرسبز و شاداب درخت اپنی شاخوں سمیت چار دیواری سے باہر نکلا ہوا ہے۔

اہل دمشق کثرت سے حضرت امام نووی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

دارایا

یہ مقام انبیاء، علما اور اولیاء کا مرکز رہا ہے۔ یہاں پر جلیل القدر ہستیاں پیدا ہوئیں۔ سیدنا بلال حبشی ؓ نے اپنی زندگی کا ایک قابل ذکر حصہ اس مقام پر گزارا۔ اس علاقہ کے مشہور واہم مقامات مقدسہ کا مختصر تذکرہ ذیل میں ہے۔

مزار مبارک حضرت ابو سلیمان الدارانی ؓ

حضرت عبدالرحمٰن بن عطیہ ابوسلیمان الدارانی ؓ طریقت کے امام ہو گزرے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری ؓ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت علامہ نووی ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سلیمان الدارانی ؓ کا شمار اولیائے اکابر میں ہوتا تھا اور آپ صاحب کرامات ظاہرہ کے ساتھ ساتھ واضح احوال اور غالب احکام کے مالک تھے۔ دمشق اور اس کے اردگرد کی بستیوں میں قابل فخر شخصیت تھے۔ الحمدللہ! اس بارگاہ اقدس میں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔

داریا کے دوسرے اہم مقامات مقدسہ میں مزار مبارک صحابی رسول ﷺ حضرت ابوثعلبہ الخشنی ؓ مزار مبارک حضرت ابومسلم الخولانی ؓ اور مشہور اسرائیلی پیغمبر حضرت حزقیل ؑ کا مزار مبارک سرفہرست ہیں۔

مزہ

مزہ میں عظیم ومشہور صحابی رسول ﷺ حضرت دحیہ کلبی ؓ کا مزار مبارک لائق زیارت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جبرائیل ؑ کے مشابہ قرار دیا تھا۔ حضرت جبرائیل ؑ جب انسانی شکل میں تشریف لاتے تو حضرت دحیہ کلبی ؓ کی صورت میں آیا کرتے تھے۔

قبرستان باب الصغیر کے مزارات مبارکہ

قبرستان باب الصغیر دمشق کا قدیم ترین اور تاریخی قبرستان ہے جہاں کثیر تعداد میں اہل بیت کرام، دو امہات المومنین، جلیل القدر صحابہ کرام تابعین کرام، علمائے دین اور اولیائے کاملین کے مزارات مبارکہ ہیں۔ حصول برکت کے لئے مختصراً ان مقامات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

دو امہات المومنین کی قبور مبارکہ

دو الگ کمروں میں نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی دو (2) ازواج مطہرات سیدۃ ام حبیبہ ؓ اور سیدۃ اُم سلمٰی ؓ آرام فرما ہیں۔

اُم المومنین سیدۃ اُم حبیبہ ؓ

حضرت ام المومنین سیدۃ اُم حبیبہ ؓ عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھی اور یہ دونوں میاں بیوی ہجرت حبشہ میں شامل تھے اور ان کو شاہ نجاشی کے زیر سایہ ہر قسم کا آرام وسکون میسر تھا۔ لیکن عبیداللہ جحش نے وہاں عیسائیوں کے مزین وآراستہ گرجے دیکھے اور پادریوں کی شان وشوکت کو ملاحظہ کیا تو انہوں نے اسلام کو چھوڑ کر نصرانیت کو اختیار کر لیا جس پر ام المومنین سیدۃ اُم حبیبہ ؓ فوراً اپنے خاوند سے قطع تعلق کر لیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اس ایثار کا یہ صلہ دیا کہ ان کو امہات المومنین میں شامل ہونے کا شرف عطا فرمایا اور حبشہ میں ہی ام المومنین سیدۃ اُم حبیبہ ؓ کا نکاح سرکار دو عالم ﷺ سے کر دیا گیا۔

شاہ نجاشی نے اپنی طرف سے چار سو دینار بطور مہر ادا کیا اور ام المومنین سیدۃ اُم حبیبہ ؓ کو انتہائی عزت و وقار کے ساتھ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس

میں مدینہ منورہ بھیج دیا گیا۔

اُم المومنین سیدۃ اُم سلمٰی ؓ

حضرت اُم سلمٰی ؓ کی پہلی شادی حضرت ابوسلمہ ؓ سے ہوئی تھی۔ ان دونوں نے شروع میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب وہاں سے واپس ائے تو پھر یہ دونوں مدینہ منورہ ہجرت کے ارادے سے نکلے لیکن ام سلمٰی کے گھر والوں نے آپ کو اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کرنے سے جبراً روک دیا۔ آخر کار کچھ وقت کے بعد اللہ تبارک وتعالٰی نے ایسے حالات پیدا کردیئے کہ آپ اپنے خاوند کے پاس مدینہ طیبہ پہنچ گئیں۔ حضرت ابوسلمہ ؓ نے جنگ بدر اور پھر جنگ احد میں شرکت کی۔ جنگ اُحد میں آپ شدید زخمی ہوئے اور کچھ عرصہ بعد آپ ؓ وصال فرماگئے۔ عدت کے کچھ عرصہ بعد آپ اُم المومنین کے شرف سے مشرف ہوکر کاشانہ نبوت میں شامل ہوئیں۔

یہ دونوں امہات المومنین باب الصغیر کے قبرستان میں آرام فرما ہیں۔ ان کی بارگاہوں میں بھی کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہوچکا ہے۔

مزارات مبارکہ سیدۃ سکینہ ؓ اور سیدۃ ام کلثوم ؓ

یہ دونوں مزارات مبارکہ ایک الگ کمرے میں ہیں اور یہاں پر لوگ فاتحہ خوانی کے لیے کثرت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت سیدۃ سکینہ ؓ شہید کربلا حضرت امام حسین ؓ کی صاحبزادی ہیں جو اپنے بابا کے ساتھ میدان کربلا میں بھی موجود تھیں اور سیدۃ اُم کلثوم ؓ حضرت امام علی ؓ کی صاحبزادی ہیں۔ ان عظیم بارگاہوں میں بھی حاضری کا شرف حاصل کیا۔

16 شہدائے کربلا کے سر مبارک

ایک خوبصورت قبر میں 16 شہدائے کربلا کے سر مبارک مدفون ہیں جو عبداللہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجے تھے۔ دروازے پر جو عبارت لکھی ہے اس کا اردو ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

"اس مقام پر 16 شہدائے کربلا کے سر مبارک مدفون ہیں
جنہوں نے یوم کربلا حضرت امام حسین ؓ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔"

نواسہ رسول ﷺ حضرت ابان بن عثمان ؓ، کنیز خاتونِ جنت سیدۃ فضۃ ؓ، صحابی وموذن رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن مکتوم ؓ، حضرت فضالہ بن عبیداللہ ؓ، حضرت سہیل بن حنظلہ ؓ، حضرت واثلہ بن الاسقع ؓ، حضرت سیدنا امیر معاویہ ؓ اور بے شمار دوسرے مزارات مبارکہ اس قبرستان کی زینت ہیں۔

حضرت سیدنا بلال حبشی ؓ

حضرت سیدنا بلال حبشی ؓ کی عظیم شخصیت سے کون واقف نہیں؟ آپ ؓ کا جو مقام دربار نبوی ﷺ میں تھا اس کو کون نہیں جانتا؟ حضرت سیدنا بلال حبشی ؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے اور ان ازلی سعادت مندوں میں سے تھے جن کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپ ؓ کے مالک کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ ؓ مسلمان ہوگئے ہیں تو اس کا خون کھولنے لگا اس نے عزم کرلیا کہ وہ اس جرم کی بلال کو اتنی سزا دے گا کہ اس سزا کا برداشت کرنا ناممکن ہوگا۔

حضرت حسان ؓ فرماتے ہیں کہ میں قبول اسلام سے پہلے مکہ آیا تو میں نے بلال کو دیکھا کہ اُس کے گلے میں ایک لمبی رسی تھی جسے بچوں نے پکڑا ہوا تھا

اور وہ اسے کھینچ رہے تھے اور بلال یہ کہہ رہے تھے احد، احد۔

حضرت عمرو بن العاص ؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بلال کے پاس سے گزرا جب کہ اسے گرم کنکریوں پر لٹا کر عذاب دیا جارہا تھا اور وہ کنکریاں اتنی شدید گرم تھیں کہ اگر گوشت کا ٹکڑا بھی رکھ دیا جاتا تو وہ پک جاتا۔ اس کے باوجود بلال احد، احد پکار رہے تھے۔

بالآخر یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے حصہ میں آئی کہ آپ ؓ نے بلال کے بدلے اپنا ایک غلام (جسکی قیمت کئی ہزار دینار تھی) امیہ بن خلف کو دیا اور اس طرح سیدنا حضرت بلال حبشی ؓ کو اس ظالم کے پنجہ سے رہائی دلا کر سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ حضرت بلال حبشی ؓ سے بے حد محبت فرمایا کرتے اور ان کی بہت عزت فرماتے تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ ؓ کو اذان دینے کا شرف حاصل ہوا۔ فتح مکہ کے دن جب مسلمان مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ نے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور کعبہ اللہ کو پاک کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ کیلئے خاص کر دیا تو حضرت بلال ؓ سے فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ جاؤ اور اذان کہو۔

حضرت سیدنا بلال حبشی ؓ دور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ؓ میں ملک شام آ گئے اور دمشق میں قیام فرمایا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں آپ ؓ نے وصال فرمایا اور دمشق کے عظیم قبرستان باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کو سیدنا بلال حبشی ؓ کے وصال کی جب خبر ملی تو آپ ؓ نے

سفرنامہ زیارتِ شام

روتے روتے نڈھال ہو گئے اور فرماتے تھے کہ آج ہمارا سردار فوت ہو گیا ہے۔

آپ ؓ کا مزار مبارک ایک مختصر سی عمارت میں ہے جس پر سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مزار حضرت سیدنا بلال حبشی ؓ میں سرکار دو عالم ﷺ کو بارہا مرتبہ تشریف لاتے دیکھا ہے۔

جبل اربعین

شہر دمشق میں ایک انتہائی بلند پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک وسیع و عریض غار تھی۔ لیکن اس وقت یہاں بڑے بڑے کمرے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہاں بیشتر انبیائے کرام مدتوں یادِ الٰہی میں مشغول رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اس مقام کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ یہاں شام کے ابدال اکٹھے ہوتے ہیں اور اس مقام کے ایک طرف مغارۃ الدم ہے۔ جہاں قابیل نے حضرت ہابیل ؑ کو شہید کیا تھا۔ یہ مقام قبولیت دعا کیلئے مجرب ہے۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی ؓ

حضرت محی الدین ابن عربی ؓ تصوف کی دنیا میں "شیخ اکبر" کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ ؓ نے فلسفہ وحدت الوجود کو اسلامی تصوف کے رنگ میں پیش کیا۔ آپ 17 رمضان المبارک 560ھ اندلس کے ایک شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ اس کے بعد اشبیلیہ کے علماء سے فقہ، حدیث اور تفسیر کا درس لیا۔ عین عالم شباب میں زور قلم کا یہ عالم تھا کہ عربی نظم اور نثر پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔

آپ اپنی روحانی نسبت حضرت خضر علیہ السلام سے بیان کرتے تھے۔ آپ سات سال تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور اسی دوران اپنی مشہور زمانہ کتاب فتوحات مکیہ تصنیف فرمائی۔ یہاں سے آپ حمص تشریف لے گئے۔ وہاں سے قونیہ اور پھر بیت المقدس کی زیارت کے بعد حلب آئے اور پھر دمشق میں سکونت اختیار کی۔

ابن عربی نے جو روحانی مقامات حاصل کئے اور جو مشاہدات حاصل ہوئے ان میں مکہ کے قیام کا بڑا دخل ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب (فتوحات مکیہ) کا نام بھی اسی لئے رکھا تھا اور اس کے دیباچے میں اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ میں نے یہ کتاب رسول ﷺ کی ہدایت واجازت کے مطابق لکھی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرفان حقائق کی گرمی کا یہ عالم تھا کہ اگر میں اسے کتابی صورت میں منتقل نہ کرتا تو خود جل کر راکھ ہو جاتا۔

ابن عربی خوابوں کی اہمیت پر بہت زور دیتے تھے اور سچے خوابوں کو ایک طرح کا الہام ہی سمجھتے تھے۔ ان کا سب سے اہم خواب وہ ہے جس میں ان کو رسول اللہ ﷺ نے کتاب لکھنے کی اجازت دی تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

''میں جب فتوحات مکیہ کا دیباچہ لکھ رہا تھا تو میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو رب کے حضور میں موجود میں دیکھا۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور سے بڑا رعب وجلال ٹپک رہا تھا۔ یکا یک ایک منبر نمودار ہوا اور اس پر لکھا ہوا تھا یہ مقام محمد ﷺ ہے جو صداقت وحقیقت کی تبلیغ کرے گا وہ اس کو بطور وراثت پائے گا۔ عین اس موقع پر مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم وحکمت عطا ہوئے۔''

شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں جو کچھ میں نے لکھا

ہے وہ مجھے الہامی طور پر معلوم ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو قلمبند کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

حضرت ابن عربی جب مکہ میں قیام پذیر تھے تو روزانہ تین جزء کے حساب فتوحات لکھا کرتے تھے۔ تقریباً ایک سال میں اس کو تمام کیا اور پھر اس کے تمام اجزاء کو پورا ایک سال خانہ کعبہ پر رکھ دیا۔ طوفان آیا، بارش آئی مگر سال کے بعد جب اس کے اجزاء کو دیکھا تو اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔

حضرت ابن عربی رضی اللہ عنہ نے کثیر تعداد میں کتابیں اور رسائل لکھے مگر ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن جامی نے آپ رضی اللہ عنہ کی کتابوں کی تعداد چار سو سے زائد بتائی ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کو بظاہر کوئی مرض نہ تھا۔ عمر شریف جب 78 برس کو پہنچی تو بحالت نماز مغرب سجدہ ثانیہ میں 22 ربیع الثانی 638ھ اس دار فانی کو الوداع کہا۔ بروز جمعۃ المبارک بمطابق 23 ربیع الثانی 638ھ بعد از نماز جمعہ گیارہ مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور اس مقام پر جہاں اب آپ آرام فرما ہیں دفن کیا گیا لیکن مرور زمانہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کا نشان بھی غائب ہو گیا اور کسی کو بھی آپ رضی اللہ عنہ کی قبر کا معلوم نہ رہا۔

اس ضمن میں حضرت شیخ نے اپنی زندگی مبارکہ میں ہی ارشاد فرمایا کہ جب ''ترکی سلطان سلیم ملک شام کو فتح کرے گا تو محی الدین کی قبر بھی ظاہر ہو جائے گی'' اور حضرت شیخ کی یہ پیشین گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی جب نویں صدی ہجری میں سلطان سلیم خان اول نے دمشق فتح کیا تو اس جگہ جہاں آپ کا مزار مبارک ہے ایک عمارت

اپنی فتح کی یاد میں بنانا چاہی جب کھدائی کی گئی تو اس افتاب معرفت کی لوح مزار نظر آ گئی۔

سلطان کو جب خبر ہوئی تو سلطان خود آئے اور مزار مبارک برآمد کیا۔ کتبہ کو پڑھ کر سلطان آبدیدہ ہو گئے اور آپ کی یہ پیشین گوئی درست ثابت ہو گئی کہ "اذا دخل السین فی الشین یظهر قبر محی الدین" (جب سین شین میں داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی) سین سے مراد سلطان سلیم اور ش سے مراد شام۔

جبل قاسیون کے اردگرد پھیلی ہوئی آبادی کا نام "میدان شیخ" ہے اس مقام پر شیخ اکبر ؒ کا خوبصورت مزار مبارک اور مسجد ہے۔

مزار مبارک پر حاضری دینے کے لیے مسجد کی سیڑھیاں اتر کر نیچے جانا پڑتا ہے جہاں پر ایک تہہ خانے میں آپ ؒ کا مزار پرانوار ہے۔ آپ ؒ کے پہلو میں آپ ؒ کے دو صاحبزادوں کی قبور مبارکہ بھی ہیں۔

حضرت امام یافعی ؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں شیخ مرجع خلائق اور دریائے فیض تھے، عالم برزخ میں بھی آپ ؒ کا ایسا ہی فیض جاری و ساری ہے۔

صاحب دل آج بھی آپ ؒ سے مستفیض ہونے کے لئے آپ ؒ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور آپ ؒ کے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر ؒ کے مزار مبارک کے حجرہ میں شہرہ آفاق مجاہد امیر عبدالقادر الجزائری ؒ کا مرقد مطہر بھی ہے۔ الحمدللہ! حضرت شیخ کی بارگاہ میں کئی بار حاضری کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

الشیخ عبدالغنی النابلسی ؒ

حضرت شیخ اکبر ؒ کی مسجد سے چند قدم کے فاصلے پر ایک بڑی مسجد کے گوشے میں حضرت شیخ عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی ؒ کا مزار مبارک ہے۔ فقہ حنفی اور تصوف میں ملکہ کمال رکھنے والے شیخ عبدالغنی النابلسی ؒ 1050ھ شہر دمشق میں پیدا ہوئے۔

آپ ؒ کا خاندان نابلس، فلسطین سے ہجرت کر کے دمشق میں آباد ہوا گیا تھا، اسی نسبت سے آپ نابلسی کہلاتے ہیں۔ شاید کم ہی لوگوں کو معلوم ہو کہ کثرت تصانیف اور خوابوں کی تعبیر میں مہارت کے حوالے سے پہچانے جانے والے شیخ عبدالغنی النابلسی ؒ اپنی ذات میں ایک سیاح بھی تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان مبارک "زمین کی سیر کرو" پر عمل کرتے ہوئے آپ ؒ نے کثیر اسفار کیے۔

الشیخ عبدالغنی النابلسی ؒ نے بغداد، طرابلس، القدس، خلیل، مصر اور حجاز کے سفرنامے اتنے خوبصورت انداز میں تحریر فرمائے کہ قاری مطالعہ شروع کرے تو اسے ختم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ ؒ کے سفرناموں میں ان جگہوں کا تاریخی اور جغرافیائی تعارف، انبیائے کرام ؑ فقہا، صلحا، اتقیا، اولیاء کے حالات، ان کے مزارات کی برکات، مساجد، مقابر۔۔۔ کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحئی بن عبدالکبیر الکتانی ؒ نے شیخ عبدالغنی النابلسی ؒ کو "الاستاذ العارف" اور "برکۃ الشام" کے نام سے یاد کیا ہے۔

الوداع سرزمین ملک شام

بروز جمعۃ المبارک مؤرخہ 5 نومبر 2004 نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے جبل قاسیون پر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

نماز جمعہ کی ادائیگی اور الوداع سلام پیش کرنے کے بعد واپس اپنی رہائش گاہ پہنچے جہاں پر جملہ احباب ہمیں الوداع کہنے کیلئے موجود تھے۔ سب سے فرداً فرداً ملاقات کی اور سرزمین دمشق کو الوداع ہوئے گاڑی میں سوار ہو کر ایئرپورٹ روانہ ہوئے۔ افطاری ایئرپورٹ پر کی۔

نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد بورڈنگ پاس حاصل کئے اور پاسپورٹوں پر خروج کی مہریں لگوانے کے بعد ڈیپارچر لاؤنج سے ہوتے ہوئے گیٹ نمبر 8 سے جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز نے رن وے پر ٹیکسی کرنا شروع کیا۔

ہم دُعائے سفر پڑھنے لگے اور سرزمین ملک شام کو الوداع کہتے ہوئے شامی ایئر لائن کا جہاز 33000 فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود (کراچی) کی رواں دواں ہو گیا اور ٹھیک 4 بجے کراچی کے بین الاقوامی ایئرپورٹ پر لینڈ کر گیا۔ جیسے ہی ٹنل سے باہر نکلے تو جناب ملک بوستان صاحب کا ایک نمائندہ خوش آمدید کہنے کیلئے موجود تھا، جنہوں نے ہمارے پاسپورٹوں پر خود ہی دخول کی مہریں لگوائیں۔

امیگریشن کاؤنٹر سے نکلے تو سیرین لائن کے کنٹری منیجر جناب استاد علی الکردی اور اسلام آباد میں سفارت خانہ شام کے قائم مقام سفیر عزت مآب جناب

عدنان برنیہ صاحب بھی موجود تھے۔ جنہوں نے شہزادہ غوث الثقلین کا پُر جوش استقبال کیا۔ پھر انہوں نے حضور قبلہ کو اپنے گھر چلنے کی دعوت دی لیکن چونکہ ہماری آج ہی اگلی پرواز تھی۔ اس لئے ان سے معذرت کی اور کسٹم ہال سے گزرتے ہوئے باہر آ گئے۔

باہر ملک بوستان صاحب کے برادران اور دوسرے احباب ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے سجائے حضورت قبلہ کہ استقبال کیلئے موجود تھے۔ ان سے فرداً فرداً ملاقات کے بعد گاڑیوں میں سوار ہو کر ملک بوستان خاں کے مہمان خانے پہنچے جہاں پر پرتکلف سحری سے لطف اندوز ہوئے۔ نماز فجر کے بعد احباب سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں کافی وقت صرف ہو گیا۔

نماز ظہر کی ادئیگی کے بعد ایئرپورٹ پہنچے اور ایک مقامی پرواز سے فیصل آباد کیلئے روانہ ہوئے، جہاں محترمی شوکت علی قادری صاحب اپنے احباب اور حضور قبلہ شہزادہ غوث الثقلین کے مریدین کے ہمراہ استقبال کیلئے موجود تھے۔ ملاقات کے بعد میاں شوکت علی قادری صاحب کی رہائش گاہ روانگی ہوئی۔

جو سفر پاکستان سے سرزمین شام کیلئے شروع ہوا تھا وہ فیصل آباد پہنچنے کے بعد بخیر و عافیت اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان حاضریوں کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول و منظور فرما کر انہیں ہماری بخشش و مغفرت کا سبب بنا دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

درودِ القائی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ بِعَدَدِ اَنْتَ تُصَلِّیْ وَ عَدَدَ مَلَآئِکَتِکَ یُصَلُّوْنَ
وَ عَدَدَ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلُّوْا وَسَلَّمُوْا وَ سَیُصَلُّوْنَ وَ سَیُسَلِّمُوْنَ
عَلٰی حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ
وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَوْلِیَآئِہٖ وَ خُصُوْصًا عَلَی الْاَبَوَیْنِ الْکَرِیْمَیْنِ
لِسَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا خَیْرِ الْاَنَامِ وَ عَلٰی وَلَدِہٖ الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ
سَیِّدِنَا الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ وَ اَبَوَیْہِ الْکَرِیْمَیْنِ
وَ عَلٰی قُطْبِ الزَّمَانِ سَیِّدِنَا اَبُو الْحَسَنِ الشَّاذِلِیْ وَ عَلٰی
سِرِّ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مَوْلَانَا جَلَالُ الدِّیْنِ الرُّوْمِیْ وَ عَلٰی
سَیِّدِیْ وَ مُرْشِدِیْ وَ مَوْلَایَ السَّیِّدِ تَیْسِیْرِ مُحَمَّدٍ یُوْسُفَ
الْحَسَنِیْ الْسَّعُوْدِیْ الْمَدَنِیْ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

درود وسلام سے محبت اور اس کی نشر و اشاعت کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور سرکار مدینہ ﷺ کی خصوصی نگاہِ کرم کے طفیل بروز جمعۃ المبارک مورخہ 28 ربیع الاول شریف 1432ھ بمطابق 4 مارچ 2011ء افتخار احمد حافظ قادری شاذلی کو درود وسلام کا مذکورہ بالا صیغہ ترتیب دینے کی سعادت نصیب ہوئی اور اس صیغۂ درود وسلام کو درود القائی سے موسوم کیا۔

نا قبول بارگاہِ حق کبھی ہوتا نہیں
غور کے قابل ہے یہ تخصیص و تفرید درود
مژدۂ بخشش ہے **حافظ افتخار احمد** تجھے
خوف و دلآوح کی ہے تو نے تسوید درود

عبدالقیوم طارق سلطانپوری
حسن ابدال، ضلع اٹک

الحمد للہ
علی ھذا
التوفیق

مختصر تعارف

افتخار احمد حافظ قادری شاذلی، راولپنڈی

ملازمت

- پاکستان میں موجود غیر ملکی سفارت خانوں (شام، لبنان، قطر، سعودی ملٹری اتاشی) میں تقریباً 20 سال بطور معاون عربی زبان واکاؤنٹس میں خدمات سرانجام دیں۔
- سعودی عرب (وزارت دفاع، ابواب الروضۃ، تیمورک العربیۃ السعودیۃ) میں تقریباً 10 سال بطور معاون عربی زبان واکاؤنٹس میں خدمات سرانجام دیں۔

فوجی اعزازات (ایوارڈز)

- سعودی وزارت دفاع، ریاض میں بطور سعودی یونیفارم پرسن خدمات سرانجام دیں اور دوران ملازمت حکومت سعودیہ کی طرف سے 2 فوجی ایوارڈز سے نوازا گیا۔

لسانیات

- پاکستان میں سعودی عرب کے ثقافتی سنٹر "مرکز تعليم اللغة العربية" سے عربی زبان کا دو سالہ کورس مکمل کیا۔
- سفارت خانہ ایران کے زیر انتظام ثقافتی سنٹر خانہ فرہنگ ایران سے فارسی زبان کا ایک سالہ ایڈوانس کورس مکمل کیا۔

زیارت مقدسہ کے اسفار

- وطن عزیز میں موجود زیارت مقدسہ کے علاوہ 11 بلاد اسلامیہ (حجاز مقدس/ شام/ مصر/ مراکش/ ایران/ عراق/ اردن/ لبنان/ افغانستان/ ترکی) میں کئی کئی بار زیارت مقدسہ پر حاضری کے لئے طویل ترین سفر طے کئے اور ان سفروں کے نتیجے میں کئی سفرنامے منظر عام پر آئے۔

تحریری کاوشیں

- الحمدللہ! اب تک 60 کے قریب کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں بلادِ اسلامیہ میں زیارات مقدسہ کے سفرنامے، شخصیات (خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، خلفائے اربعہ، شاہ حبشہ) اور درود و سلام کی کتب سرفہرست ہیں۔

مضامین و مقالات

- روزنامہ نوائے وقت، الاخبار، اوصاف، دی نیشن، مجلہ ضیائے حرم، فیضان سدرۃ، پیغام آشنا، نور الحبیب، کاروان قمر، طلوع مہر اور آئینہ کرم کے علاوہ دیگر کئی رسائل و جرائد میں 100 سے زائد مضامین و مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

عالمی کانفرنسز میں شرکت

- سال 1983 اور سال 1984 میں وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کی طرف سے OIC کے زیر انتظام دو بین الاقوامی کانفرنسز میں بطور معاون عربی زبان شرکت کی۔
- اکتوبر 2007 میں سرزمین ایران میں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ پر منعقدہ عالمی رومی کانفرنس میں راولپنڈی ڈویژن کی طرف سے شرکت اور مقالہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔
- مارچ 2008 میں یونیورسٹی آف سرگودھا میں انٹرنیشنل رومی کانفرنس میں شرکت اور مقالہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

روحانی سعادتیں اور اعزازات کا حصول

- ستمبر 1996 میں 2 بار بیت اللہ شریف کے اندر حاضری کی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی۔
- مرکزی مسجد حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں 16 اکتوبر 2001 نماز فجر کی اذان دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔
- مفتی اعظم عراق حضرت الشیخ السید عبدالکریم بیارہ رحمۃ اللہ علیہ کی 2 بار زیارت کا شرف حاصل ہوا، یہ وہ خوش نصیب شخصیت تھیں جنہیں سال 1932ء میں 2 صحابہ اکرام کے مزارات مبارک کی منتقلی کے موقع پر ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔

التماسِ دُعا
معززقارئین کرام سے درخواست ہے
کہ حضور پُرنور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی
اُمتِ مرحومہ کی بخشش و مغفرت اور بلندی
درجات کیلئے دُعا فرمائیں اور بالخصوص
مصنف کتاب ہذااور اُس کے مرحوم والدین
کریمین کے لئے بھی دُعاؤں کی درخواست
ہے۔شکریہ
افتخار احمد حافظ قادری